بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

الفرقان

(احمد نگر - ربوہ - جھنگ)

جلد ۲ ——— نمبر ۱۱-۱۲ ——— نومبر دسمبر ۱۹۵۲ء

سالانہ چندہ
پانچ روپے

ایڈیٹر:-
ابوالعطاء جالندھری

قیمت فی پرچہ ۸/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادران کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ الفرقان ۱۹۵۲ء کا آخری پرچہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس سال رسالہ الفرقان کے دو خاص نمبر شائع ہوئے ہیں (۱) خلافت نمبر (۲) خاتم النبیین نمبر۔ ہر دو رسالے اپنے موضوع کے متعلق نہایت اہم اور تحقیقی مقالات پر مشتمل ہیں جہاں تک باقی نمبروں کا تعلق ہے وہ بھی الفرقان کے علمی معیار کے مطابق ہیں۔

مجھے اعتراف ہے کہ رسالہ کی ماہ بماہ اشاعت میں کچھ بے قاعدگی ہوئی ہے میں اس کیلئے کوئی عذر پیش نہیں کر سکتا۔ ہاں اپنے مخلص احباب سے درخواستِ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آئندہ سال میں جہاں رسالہ کے علمی اور تبلیغی معیار کو بلند کرنے کی توفیق بخشے وہاں وہ اسے ماہ بماہ احباب کے ہاتھوں تک پہنچانے کی بھی توفیق بخشے۔ آمین

۱۹۵۳ء کا پروگرام اسی رسالہ کے **آخری صفحہ** پر درج ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکیں گے کہ آئندہ سالہ کے ہر نمبر میں **مخالفین سلسلہ کے اعتراضات کے جوابات کا حصہ بھی ہوا کرے گا۔ نیز احباب کے استفسارات کے جواب** بھی درجِ رسالہ ہوا کریں گے۔ اُمید ہے کہ یہ تبدیلی افادی پہلو کے لحاظ سے زیادہ **بابرکت ثابت ہوگی۔**

خریدار احباب سے یہ بھی عرض کرنا ہے کہ اگرچہ رسالہ کا آغاز ستمبر ۱۹۵۱ء سے ہوا ہے لیکن سہولت کے لئے جلد بندی کے سال کا شمار جنوری سے دسمبر ہوا کریگا۔ اس طرح سے جنوری ۵۳ء سے رسالہ کی تیسری جلد شروع ہوگی۔ یہ تجویز کی گئی ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر اگلے پورے سال کے پانچ روپے چندہ کے ساتھ پہلے خریداران ستمبر تا دسمبر کے لئے مزید ایک روپیہ ادا فرمادیں۔ گویا ہر خریدار جلسہ سالانہ کے موقع پر **چھ روپے** ادا کر کے دسمبر ۵۳ء تک کا چندہ ادا کرنیوالا قرار پائے گا۔ اس طرح خریداران کو ہر سال سالانہ جلسہ کے موقع پر ادائیگی چندہ کی سہولت رہے گی۔

احباب کو معلوم ہے کہ **الفرقان** ان کے تعاون اور امداد سے ہی چل سکتا ہے ورنہ میرے لئے اس بوجھ کا اٹھانا سخت مشکل ہے۔ میری درخواست ہے کہ احباب اپنے اپنے ذمہ کا چندہ بقایا اور پیشگی اس سال جلسہ سالانہ پر **دفتر الفرقان** میں ضرور ادا کرتے جائیں۔ میں چونکہ اس سال ایام جلسہ میں قادیان شریف جا رہا ہوں اسلئے احباب خاص طور پر اور خود بخود اس چندہ کی ادائیگی کا خیال رکھیں۔ واضح رہے کہ جو دوست جلسہ سالانہ پر چندہ ادا نہ فرمائیں گے انہیں **جنوری ۵۳ء کا رسالہ وی پی ہوگا۔**

الفرقان کا دفتر ایام جلسہ میں مکرم مینجر صاحب الفضل کی مہربانی سے دفتر الفضل کے ساتھ ہی ہوگا اور اخویم مولوی نظام الدین صاحب مولوی فاضل دفتر الفرقان کے انچارج ہوں گے۔

خاکسار

ابوالعطاء جالندھری ۱۲/۱۲/۵۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفرقان

شمارہ ۱۱-۱۲	بابت ماہ نومبر دسمبر ۱۹۵۲ء	جلد ۲

فہرست مضامین

آیت وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا سے کیا مراد ہے؟

(از قلم حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے)

خاکسار نے آیت قرآنی وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا کے متعلق حضرت میرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا تھا کہ آپ کے نزدیک اس آیت میں "اختلاف کثیر" سے کس قسم کا اختلاف مراد ہے۔ آپ نے اسکے جواب میں جو چٹھی تحریر فرمائی ہے وہ درج ذیل ہے:۔ (ایڈیٹر)

مکرمی مولوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرآن شریف میں جہاں یہ آتا ہے کہ اگر یہ قرآن خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اسمیں اختلاف کثیر پایا جاتا وہاں سابقہ پیشگوئیوں اور علامات کی طرف اشارہ ہے یعنی سابقہ پیشگوئیوں کی کثیر تعداد قرآن میں واضح طور پر پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ صرف بعض کے متعلق اخفا یا اشتباہ کی صورت سمجھی جا سکتی ہے جو الٰہی قانون کے ماتحت ہے لیکن اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو اسمیں اختلاف کثیر پایا جاتا۔ یعنی اکثر پیشگوئیاں اور علامات مفقود ہوتیں۔ صرف بعض کو کھینچ تان کر چسپاں کرنے کی کوشش کی جاتی جیسا کہ مفتری علی اللہ کیا کرتے ہیں۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد

مقالاتِ اقبال کی حقیقت!

ڈاکٹر اقبال اور پرویز صاحب کے احمدیت پر حملوں کا جواب!!

"ترجمان القرآن" کے ریویو پر تبصرہ!!!

(۱)

ڈاکٹر اقبال نے ۱۹۳۵ء میں احمدیت کے متعلق بعض مضامین لکھے تھے۔ جنہیں رسالہ کی صورت میں "احمدیت اور اسلام" کے عنوان سے ادارہ طلوعِ اسلام کراچی نے جولائی ۱۹۵۲ء میں شائع کیا ہے۔ چودھری غلام احمد صاحب پرویز کا مضمون "ختم نبوت" بھی اس رسالہ میں شامل کر دیا گیا ہے اس طرح یہ رسالہ قریباً یکصد صفحات پر مشتمل ہو گیا ہے۔

ادارہ طلوعِ اسلام کو جو اہلِ قرآن کا ماہنامہ ہے ڈاکٹر اقبال اور پرویز صاحب کے اِن مقالات پر بڑا ناز ہے چنانچہ ناظم صاحب نے ہر دو صاحبان کو الفاظِ ذیل میں خراجِ تحسین ادا کیا ہے:۔

(۱) "مولوی صاحبان پچاس برس تک مرزائیوں سے مناظرے کرتے رہے لیکن نتیجہ اسکے سوا اور کچھ نہ نکلا کہ ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی حقیقت یہ ہے کہ اِس رَو کا مقابلہ مولوی صاحبان کے بس کی بات ہی نہ تھی۔ آنیوالے (یعنی موعود) کے عقیدے کی ذمہ دار خود ہماری کتبِ روایات ہیں اور جو لوگ ان روایات کو دین تسلیم کریں وہ اِس سیلاب کو کس طرح روک سکتے ہیں۔ نیز یہ بھی کہ کتبِ روایات میں ہر عقیدے کے موافق اور مخالف احادیث مل جاتی ہیں اسلئے روایات کی رُو سے کسی متنازعہ فیہ مسئلے کا تصفیہ ہو ہی نہیں سکتا۔ قریب چالیس پچاس برس سے یہی ہوتا چلا آرہا تھا کہ علامہ اقبال نے اس بڑھتے ہوئے فتنے کی ہلاکت خیزیوں کا اندازہ کرتے ہوئے قرآن کی ضربِ کلیمی کا ایک بھرپور وار کیا اور صرف ایک بیان سے مرزائیوں کے کاغذی قلعے کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں" (ص۲)

(۲) "محترم پرویز صاحب کے تفصیلی مقالہ کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت بھی آپکے سامنے آجائیگی کہ ہمارے مولوی صاحبان جس مسئلے کو پچاس برس تک روایات کی رُو سے حل نہ کر سکے وہ خالص قرآن کی روشنی میں کس طرح چند منٹوں میں حل ہو جاتا ہے یہ ہے قرآن کا اعجاز" (ص۲)

جہاں تک "مولوی صاحبان" کی پچاس سالہ ہزیمت کا اعلان ہے یا ڈاکٹر اقبال اور پرویز صاحب کے ان پر فوقیت لیجانے کا سوال ہے ہمیں اِس سے کوئی دلچسپی نہیں اور ہم اِس میں دخل دینا نہیں چاہتے لیکن مندرجہ بالا ریمارکس کے سلسلہ میں ہم بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ ناظم صاحب طلوعِ اسلام نے اِن ہر دو صاحبان کے مقالات کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ سراسر بے حقیقت ہے۔ ڈاکٹر اقبال خود اعتراف کرتے ہیں کہ:

(الف) "میں آغاز ہی میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں کسی مذہبی بحث میں اُلجھنا نہیں چاہتا اور نہ میں قادیانی تحریک کے بانی کا نفسیاتی تجزیہ کرنا چاہتا ہوں پہلی چیز عام مسلمانوں کیلئے کچھ دلچسپی نہیں رکھتی اور دوسری کے لئے ہندوستان میں ابھی وقت نہیں آیا" (ص۳)

(ب) "احمدیت کی اصل حقیقت قرونِ وسطیٰ کے تصوف اور دینیات کے نقاب میں پوشیدہ ہے علمائے ہند نے اسکو محض ایک دینیاتی تحریک تصور کیا اور دینیاتی حربوں سے اسکا مقابلہ کرنے نکل آئے بہرحال میرا خیال ہے کہ اس تحریک کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ طریقہ موزون نہیں تھا اس وجہ سے علماء کو کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی" (ص۲۶)

ان الفاظ کے بعد اگر کوئی شخص ڈاکٹر اقبال کے مقالات کو "قرآن کی ضرب کلیمی کا ایک بھرپور وار" قرار دیتا ہے تو کہنا پڑیگا کہ ایسے شخص کو نہ قرآن کا پتہ ہے اور نہ وہ "ضرب کلیمی" کے معمولی سے وار سے بھی واقف ہے۔ اقبال تو احمدیت کے مقابلہ میں "مذہبی بحث" سے گریز کر رہے ہیں، وہ تو تحریک احمدیت کے مقابلہ میں "دینیاتی حربوں" کے استعمال کو غیر موزون طریقہ قرار دے رہے ہیں۔ اقبال ان ہتھیاروں کو اسلئے اختیار کرنے سے ڈرتے ہیں کہ انہیں بھی علماء کی سی ناکامی سے دوچار ہونے کا خطرہ ہے۔ شاید ان کا ذہن اس طرف نہیں گیا کہ دینیاتی حربے احمدیت کی تائید میں ہیں۔ اسی لئے علماء اس مقابلہ میں ناکارہ ثابت ہو رہے ہیں انہوں نے خیال کیا کہ احمدیت کا مقابلہ دنیوی مادی ہتھیاروں سے کرنا چاہیئے شاید اس طریق سے ہم احمدیت کو مٹا سکیں چنانچہ اسی خام بنیاد پر ڈاکٹر اقبال نے اپنے مقالات مرتب کئے ہیں۔

ان مقالات کو "قرآن کی ضرب کلیمی" سے کیا نسبت؟ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ڈاکٹر اقبال کی نگاہ جب احمدیت کے امتیازی عقیدہ وفاتِ مسیح علیہ السلام اور نزولِ مسیح کی تشریح پر پڑی تو اسے معقول پاکر وہ پکار اُٹھے کہ "احمدیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح کی موت ایک عام فانی انسان کی موت تھی اور رجعت مسیح گویا ایک ایسے شخص کی آمد ہے جو روحانی حیثیت سے اس کا مشابہ ہے اس خیال سے اس تحریک پر ایک طرح کا عقلی رنگ چڑھ جاتا ہے" (ص۲۹) ابھی اتنا ہی تصور کیا تھا کہ ٹھٹک کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہنے لگ پڑے:۔

"لیکن یہ ابتدائی مدارج ہیں"

ایسا شخص جو مذہبی عقائد پر مذہبی نقطۂ نگاہ سے بحث کرنے سے بھاگتا ہے اور "دینیاتی حربوں" کی جنگ سے گھبراتا ہے اسکے چند منتشر اور سیاسی طرز کے مقالات کو "قرآن کی ضرب کلیمی" قرار دینا صرف بزعم خویش اہل قرآن ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

ہاں صاحب! یہ بھی تو اہم سوال ہے کہ اگر ڈاکٹر اقبال کے "صرف ایک بیان" سے مرزائیت کے کاغذی قلعے کی دھجیاں بکھر گئی تھیں اور یہ سب کچھ ۱۹۳۵ء میں ہو چکا تھا تو پھر اب پرویز صاحب کو کس لئے زحمت کش ہونا پڑا کہ وہ بھی اپنے ترکش کا آخری تیر چلائیں اور اپنے "جامع مقالہ" کیلئے "حرفِ آخر" کی حیثیت کا ادعا کریں؟

"ترجمانِ اقبال" یعنی پرویز صاحب لکھتے ہیں:۔

"مولوی صاحبان کی پچاس برس کی بحث ایکطرف

اور علامہ اقبال کا ایک بیان ایک طرف۔ اس بیان نے اس فریب کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں اور مسلمانوں نے حقیقت کو اپنے سامنے بے نقاب دیکھ لیا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ کوئی مذہبی تحریک ہے ہی نہیں اسلئے ان سے مذہب کی راہ سے بحث ہی لاحاصل ہے۔" (صہ۸)

اگر اس کا نام "ضرب کلیمی کا بھرپور وار" ہے تو احمدیت پر یہ وار پچاس برس قبل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بار بار کر چکے ہیں۔ پنڈت لیکھرام تک نے اس صدا کو دہرایا ہے۔ کیا اقبال صاحب نے قرآن سے یہی "ضرب کلیمی" پیش کی تھی کہ مذہبی میدان میں علماء کو پٹتے دیکھ کر محاذ بدلنے کا اعلان کر دیا اور احمدیت کا مقابلہ لادینی ہتھیاروں سے کرنے کیلئے اپنے گرد اپنا لشکر جمع کرنا شروع کر دیا؟ کیا یہ احمدیت کی فتح کا کھلا کھلا اعتراف نہیں؟

ڈاکٹر اقبال اور مسٹر پرویز کے مقالات پر تفصیلی تبصرہ سے قبل یہ ضروری ہے کہ قارئین وہ ریویو پڑھ لیں جو ان مقالات پر احمدیت کے معاند رسالہ "ترجمان القرآن" لاہور نے کیا ہے ترجمان القرآن کتاب "احمدیت اور اسلام و ختم نبوت" پر تبصرہ کرتا ہوا لکھتا ہے:۔

"یہ کتابچہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ علامہ اقبال مرحوم کے ان انگریزی خطوط و مقالات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے ۱۹۳۵ء کے اوائل میں قادیانیت کے بارے میں تحریر کئے تھے۔ دوسرا حصہ چودھری غلام احمد پرویز صاحب کا تحریر کردہ ہے۔ کتاب کا آغاز ادارہ مذکور کے اس دعوے سے ہوتا ہے کہ جو مسئلہ پچاس برس سے مولوی صاحبان سے حل نہیں ہوا تھا اُسے "خاص قرآنی روشنی" میں اقبال اور "ترجمان اقبال" نے چند منٹوں میں حل کر دیا ہے۔

علامہ اقبال کی جو تحریریں اس کتابچہ میں جمع کی گئی ہیں ان میں وہ اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ مسلمانوں کی وحدت دینی و ملی کا انحصار کسی نسلی یا جغرافیائی یا کسی دوسرے مادی رشتۂ اتحاد و اشتراک کی بنا پر نہیں ہے بلکہ تمام تر عقائد و افکار کی بنا پر ہے۔ اسلئے ختم نبوت کے انکار اور اجراء نبوت کے اقرار سے مسلمانوں کا دینی اور قومی شیرازہ معاً منتشر ہو جاتا ہے۔ اس زمانے میں پنڈت نہرو، بعض پارسی اور روشن خیال مسلمان قادیانیوں کیساتھ رواداری برتنے کی تلقین کرتے تھے حتیٰ کہ سبھاش چندر بوس نے اس خیال تک کا اظہار کر دیا تھا کہ ہم عربی نبی کی پیروی کرنے والوں پر ایک ہندوستانی نبی کے ماننے والوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس پر مرحوم نے فرمایا کہ اس معاملے میں رواداری بے غیرتی اور قومی خودکشی کے مترادف ہے۔ آخر میں انہوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ قادیانی ایک الگ امت ہونیکے باوجود قلت تعداد میں ہونیکی وجہ سے الگ اقلیت قرار دیئے جانیکا مطالبہ نہیں کرتے مگر مسلمانوں کیلئے اور حکومت کے لئے ضروری ہے کہ وہ انہیں اقلیت قرار دے۔ علامہ مرحوم کے استدلال کے اکثر حصوں سے ہمیں اتفاق ہے مگر بحث کے بعض پہلوؤں سے ہمیں شدید اختلاف ہے۔ مثال کے طور پر مقالے کے آخر میں انہوں نے اپنے ہمعصر "مصلحین" (زغلول پاشا، کمال اتاترک، رضا شاہ) کی ان "اصلاحات" کی بھی مدافعت فرمائی ہے جو قرآن کے صریح نصوص و احکام کے خلاف تھیں۔

اقبال کے خیال میں فقہ اسلامی کی رُو سے ایک اسلامی ریاست کا امیر اس بات کا مجاز ہے کہ شرعی قوانین (مثلاً قانونِ وراثت اور تعددِ ازدواج) کو منسوخ کر دے۔ یہ فقہ اسلامی کی رُو سے قرآنی احکام میں ترمیم و تنسیخ کا جواز نکالنا اور جس ریاست میں ایسے "اصلاح یافتہ" قوانین نافذ ہوں اسے اسلامی ریاست کہنا اور اسکے صدر کو اسلامی ریاست کا امیر قرار دینا ایک عجیب چیز ہے اور پھر اہلِ قرآن کا ایسی تحقیق انیق پر صاد کر کے اسے شائع کرنا اس سے بھی عجیب تر۔ اقبال نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تاریخ بتائے گی کہ یہ "غلطیاں" مفید نتائج بھی برآمد کر سکتی ہیں۔ ان غلطیوں سے جو "مفید" نتائج برآمد ہوئے ہیں وہ اور پھر ان کا جو ردِ عمل ہوا ہے وہ بھی سامنے آ چکا ہے اور آتا جا رہا ہے اسلئے یہ مسئلہ اب زیادہ محتاجِ بحث نہیں رہا۔

چودھری غلام احمد صاحب نے مرزا غلام احمد کی نبوت کا چند منٹوں میں ٹھیٹھ قرآنی رد کرنے کیلئے جو طرزِ استدلال اختیار کیا اس کا خلاصہ یہ ہے۔ تاریخ انسانی کو وہ دو حصوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ پہلا حصہ وہ جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے گزرا۔ دوسرا وہ جو حضور کی بعثت کے بعد شروع ہوا۔ پہلے حصے کو چودھری صاحب عہدِ طفولیت قرار دیتے ہیں اور دوسرے کو عہدِ رشد و شباب پھر وہ کہتے ہیں کہ اب چونکہ انسانی ذہن سن تمیز و شعور کو پہنچ گیا ہے اسلئے اب اُس کی وقتاً فوقتاً رہنمائی کیلئے آئندہ مزید انبیاء کی ضرورت نہیں ہے۔ انسان کے ذہنی ارتقاء نبوت کے بارے میں یہ ارتقائی نظریہ پرویز صاحب کی اپنی تخلیق نہیں ہے بلکہ اسے بھی اقبال مرحوم کی بعض تحریروں سے مستعار لیا گیا ہے۔

ہمارے نزدیک ختمِ نبوت کیلئے یہ استدلال اپنے مقدمات کے لحاظ سے بھی غلط ہے اور نتیجہ کے اعتبار سے بھی۔ انسانی ذہن کا ارتقاء جس پر اس پولے استدلال کی بنا رکھی گئی ہے صرف عالمِ مادی و طبیعی کی معلومات تک محدود ہے۔ رہا دینی و اخلاقی شعور تو اس معاملے میں ذہنِ انسانی کا زمانی ارتقاء کوئی ثابت شدہ حقیقت نہیں ہے۔ آغازِ انسانیت سے لیکر آج تک پاکیزہ ترین تصورِ ایمان و اخلاق رکھنے والے انسان اور بدترین عقائد و اخلاق رکھنے والے انسان ہر دور اور ہر زمانے میں پہلو بہ پہلو پائے گئے ہیں نوعِ انسانی نے تاریخی و زمانی تدریج کے لحاظ سے اخلاق و ایمان میں ترقی کے کوئی مدارج طے نہیں کئے ہیں۔ دیدۂ روزگار نے ہر زمانے میں عقیدہ و اخلاق کی انتہائی بلندی اور انتہائی پستی کے مناظر کا مشاہدہ کیا ہے۔ اسلئے ختمِ نبوت کے حق میں یہ دلیل سرے سے غلط ہے۔ پھر اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ قادیانیت کے ساتھ ساتھ خود اسلام کی جڑ بھی کاٹ دیتا ہے۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ پہلے انبیاء کی ضرورت اسلئے تھی کہ انسان بچہ تھا اور اب اُن کی ضرورت اسلئے نہیں رہی کہ اب انسان سنِ رشد کو پہنچ چکا ہے، تو اس سے

صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اب انسان کو سرے سے ہدایت بذریعہ نبوّت کی حاجت ہی نہیں رہی ۔ یہ ایک ایسا تیر ہے جس نے بیک وقت قادیانیت اور اسلام دونوں کو مجروح کر دیا ہے ۔

صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ ایک نبی کے بعد دوسرے نبی اور ایک کتاب کے بعد دوسری کتاب کی ضرورت اُسی صورت میں پیش آتی ہے جبکہ سابقہ کتاب اور نبوّت یا تو عالمگیر نہ ہو، یا اُس کی تعلیمات محفوظ نہ رہی ہوں ۔ چونکہ اللہ کی آخری کتاب اور نبوت عالمگیر بھی تھی اور اس کی تعلیم بھی تحریف سے محفوظ کر دی گئی اسلئے کتب وانبیاء کی مزید ترسیل بھی غیر ضروری ہو گئی ۔ یہ دلیل معقول بھی ہے اور واقعی بھی ۔ اسے چھوڑ کر اگر یہ کہا جائے کہ انسان 'جوان' ہو جانے کی وجہ سے آئندہ "نئے سہاروں" سے مستغنی ہو گیا ہے، تو پھر آخر اس بلوغِ ذہنی کے بعد "پرانے سہاروں" کی بھی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے ۔" (رسالہ ترجمان القرآن جلد ۳۹ عدد ۱-۲ اکتوبر، نومبر ۵۲ء صفحہ ۱۳۹-۱۴۱)

بھائیو! احمدیت کے لحاظ سے اس تبصرہ میں بھی ع "قلم درکفِ دشمن" والا معاملہ ہے ۔ اقبال کی دینی مسائل میں فاش اور خطرناک غلطیوں کے باوجود احمدیت کی مخالفت میں ان کی ہمنوائی لازمی قرار دی جا رہی ہے ۔ اتنا غور نہیں کیا جاتا کہ اُمّتِ موسوی میں جہاں قومیت پر زیادہ زور تھا اجراء نبوت سے قومی شیرازہ منتشر نہ ہوا تو اسلام میں تابع اُمّتی نبی کی آمد سے شیرازہ بندی کیوں ٹوٹنے لگی؟ روحانیت کی تباہ حالی سے کوئی سروکار نہیں انہیں تو نام نہاد شیرازہ بندی کا غم گھلائے جا رہا ہے حالانکہ اُمّت تہتّر ۷۳ فرقوں میں بٹ چکی ہے اور ہر ایک ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا رہا ہے ۔

پرویز صاحب کی دلیل پہ ارشاد ہوتا ہے کہ "اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ قادیانیت کے ساتھ ساتھ خود اسلام کی جڑ بھی کاٹ دیتا ہے" گویا "قادیانیت اور اسلام" کی جڑ ایک ہی ہے اور اکٹھی ہے، ایک پر تبر رکھنے سے دوسرے پر بھی تبر رکھا جائے گا کیا یہ بیان بذاتِ خود احمدیت کی صداقت پر دلیل نہیں؟

آئیے! اب آخر میں "ترجمان القرآن" کی "صاف اور سیدھی بات" پر بھی غور کر لیں ۔ ارشاد ہوا ہے کہ :-

"ایک نبی کے بعد دوسرے نبی اور ایک کتاب کے بعد دوسری کتاب کی ضرورت اسی صورت میں پیش آتی ہے جبکہ سابقہ کتاب اور نبوّت یا تو عالمگیر نہ ہو یا اس کی تعلیمات محفوظ نہ رہی ہوں"

یہ قاعدہ شریعت کے دائرہ تک تو درست ہے، معقول بھی ہے اور واقعی بھی لیکن نبیوں کے بارے میں یہ قاعدہ خلافِ واقعہ اور نادرست ہے خلافِ واقعہ

اس لیئے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ بیک وقت نبی تھے، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ بیک وقت نبی تھے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ ایک زمانہ میں نبی تھے، حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ ایک وقت میں نبی تھے۔ بنی اسرائیل ایک ہی قوم تھی ان میں پے درپے اور بعض وقتوں میں کئی کئی نبی گزرے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کتاب کا مقصد اور دائرہ علیحدہ ہے اور نبی کا مقصد اور دائرہ الگ۔ ہر پہلو سے دونوں میں یکسانیت نہیں ہوتی۔ نبی تو تزکیۂ نفوس اور تعلیم کتاب کے لئے بھی آتا ہے۔ اسلئے پہلی شریعت کے محفوظ اور کامل ہونے کے باوجود بھی ایک نبی آسکتا ہے اور عملاً بنی اسرائیل میں آتے رہے ہیں۔

چکڑالوی حضرات تو پرویز صاحب کے الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ :-

"جب چٹھی ہی نہیں تو چٹھی رساں کے آنے سے کیا مطلب؟" (ص۶۵)

لیکن نبی کے مقام اور اس کے فیوض و برکات کے جاننے والے کب یہ گستاخانہ انداز اختیار کرسکتے ہیں؟

بھائیو! وحی الٰہی کا اولین مخاطب نبی ہوتا ہے وحی کا نزول اس کے قلب مطہر پر ہوتا ہے۔ اس کی قوت قدسیہ اپنے ماننے والوں میں سرایت کرتی ہے اور اس کی پیروی اہل ایمان کو محبوب بارگاہ بناتی ہے۔ اسے ایک "چٹھی رساں" کہہ کر گستاخی نہ کرو اور نہ ہی اس غلط بنیاد پر امت محمدیہ میں غیر تشریعی نبوت کے امکان کا انکار کرو۔

بے شک قرآن مجید عالمگیر کتاب ہے اور محفوظ بھی ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ آج اس میں کونسی کمی ہے جس کے باعث قرآن مجید کی پاکیزہ تاثیرات کا مسلمانوں میں ظہور نہیں ہو رہا؟ قرآن مجید سے دنیائے اسلام کیوں محجوب ہے؟ آپ کی فطرت جواب دے گی کہ مسلمان قرآن مجید سے دور جاچکے ہیں، ان کے دل اس بصیرت سے خالی ہیں جس سے قرآنی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

بھائیو! اب نبی کا کام یہی ہے کہ بھولی بھٹکی دنیا کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً قرآن مجید کے چشمۂ شیریں اور آب حیات پر لا کھڑا کرے۔ اور ان کے قلوب میں ایسی بصیرت پیدا کردے کہ وہ قرآن مجید کو اپنا لیں۔ یہ عالمگیر کام نبی ہی کرسکتا ہے اور گناہ سوز یقین نبیوں کے ذریعہ ہی پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے تو آپ حضرت عیسےٰؑ کے لئے چشم براہ ہیں۔ ورنہ کیا وہ نئی شریعت لاکر قرآن مجید کو منسوخ کریں گے؟ آج اسلام اور مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ:-

"آج مسلمان نماز سے گریز کرتا ہے، نہ تجارت میں اسلام، نہ سکولوں اور کالجوں میں اسلام نہ زراعت میں اسلام امیروں کے بچے کالجوں میں پڑھیں ملازمتوں کی خاطر ڈگریاں حاصل کرنے کیلئے۔ اور غرباء کے بچے اور یتامیٰ کیلئے مسجدوں کے حجرے اور گھر گھر سے مانگی ہوئی روٹیاں۔ پھر مسلمان کے منہ سے نکلے اسلام زندہ باد، بتائیے کہ اسلام کس جگہ ہے؟ پھر زندہ باد کے کیا معنے؟" (آزاد لاہور ۲ نومبر ۱۹۵۲ء)

پس قرآنی شریعت کے کامل اور محفوظ ہونیکے باوجود احیاء دین اور احیاء شریعت کی ضرورت ہے اور یہ کام درحقیقت نبی کا کام ہے۔

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام پر نازل ہونیوالی اصل انجیل

(اور)

ہندوستان میں اُس کی موجودگی کے تاریخی شواہد!

(گیتا میں انجیل)

(۳)

از جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری

ہم گذشتہ حصۂ مضمون میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے واقعۂ صلیب کے چند سال بعد متی حواری نے آپ کی بشارات اور تعلیمات کو آرامی زبان میں جمع کیا۔ یہ انجیل کنعان کے مسیحیوں کے لئے مشعلِ ہدایت تھی۔

سنہ ۷۰ء میں جب طیطس رومی کے حملہ میں عبرانی نسل کے لوگ مختلف ممالک میں منتشر ہو گئے تو اس سانحہ میں یہ انجیل کنعان سے ناپید ہو گئی۔ عبرانی نسل کے مسیحیوں کا ایک حصہ غالباً حضرت مسیح ناصریؑ کے حواری برتھولومیو کی سرکردگی میں کنعان سے نکل کر مغربی ہندوستان میں آکر آباد ہو گیا۔ وہ اپنے ساتھ یہ انجیل بھی لے آئے جو کہ ہندوستان میں عرصہ دراز تک موجود رہی۔[۱] چنانچہ تاریخ ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ دوسری صدی کے آخر میں بھی یہ انجیل ہندوستان میں پائی جاتی تھی۔ بلکہ اس کا ایک نسخہ سکندریہ کے کتب خانہ میں بھی لاکر رکھا گیا۔[۱] یہ انجیل متی حواری نے سنہ ۴۱ء میں مرتب کی تھی[۲] سنہ ۷۰ء تک فلسطین میں رہی۔ اس کے بعد اس کے آثار ہندوستان میں ملتے ہیں۔

تورات کی دوبارہ تدوین عزرا نبی کے ذریعہ

جس طرح انجیل طیطس رومی کے حملہ میں کنعان سے ناپید ہو گئی۔ اسی قسم کے حادثہ سے تورات بھی دوچار ہو چکی تھی۔ آشوری بادشاہوں کے حملہ میں بنی اسرائیل پر جب پہلی تباہی آئی تو وہ کنعان سے نکل کر مختلف ممالک میں پھیل گئے۔ اور انکا ایک بڑا حصہ بالآخر شمال مغربی ہندوستان میں آبسا۔ تاریخ سے ہمیں

۱؎ اس سلسلہ میں قدیم عیسائی لٹریچر کی شہادت کے لئے ملاحظہ ہو۔
Smith, A Concise Dictionary of the Bible P. 527

۱؎ ملاحظہ ہو کتاب مذکور صفحہ ۵۲۷

۲؎ (۱) کتاب مذکور صفحہ ۵۲۵ (ب) Equipped for every good work P 267.

معلوم ہوتا ہے کہ کنعان میں تورات کا کوئی نسخہ موجود نہ رہا۔ اس موقع پر خدا تعالیٰ نے عزرا نبی کو تورات کی دوبارہ تدوین و ترتیب کے لئے چن لیا۔ عزرا نبی کے صحیفہ میں لکھا ہے کہ حضرت عزرا اور پانچ زود نویس چالیس روز تک دوسروں سے الگ تھلگ جا بیٹھے اور الہامی تائید سے انہوں نے تورات اور دوسرے صحیفے دوبارہ لکھے۔ (Apocrypha II Esdras 14)

حضرت مسیح ناصریؑ کے مکاشفات کی تدوین یوحنا عارف کے ذریعہ

بعینہٖ یہی معاملہ انجیل کے ساتھ ہوا جس طرح عزرا نبی نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر روح القدس کی تائید سے تورات کو دوبارہ جمع کیا۔ اسی طرح جب مغرب میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پیغام کے آثار مٹ گئے تو خدا تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری یوحنا عارف کو اس کام کے لئے کھڑا کر دیا۔ اس پر وہی مکاشفات جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ہوئے دوبارہ ظاہر کئے گئے اور اُسے حکم دیا گیا کہ وہ ان کو ضبطِ تحریر میں لائے۔ اور مغربی ایشیا کے تمام عیسائی مراکز میں پہنچا دے۔ اس سلسلہ میں مکاشفات یوحنا عارف کی ابتدائی عبارت درج ذیل ہے:۔

"یسوع مسیح کا مکاشفہ جو اسے خدا کی طرف سے اسلئے ہوا کہ اپنے بندوں کو وہ باتیں دکھائے جن کا جلد ہونا ضروری ہے۔ اور اُس نے اپنے فرشتے کو بھیجکر اسکی معرفت انہیں مکاشفات کو اپنے بندے یوحنا پر ظاہر کیا۔۔۔۔۔

اس نبوت کی کتاب کا پڑھنے والا اور اس کے سننے والے اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اُس پر عمل کرنے والے مبارک ہیں۔"

اس کتابِ نبوت کے آخر میں حضرت مسیح ناصریؑ کے مندرجہ ذیل الفاظ درج ہیں جو کہ یوحنا عارف پر کشف میں ظاہر ہوئے:۔

"میں ہر ایک آدمی کے آگے جو اس کتاب کی نبوت کی باتیں سنتا ہے گواہی دیتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی ان میں سے کچھ بڑھائے تو خدا اس کتاب میں لکھی ہوئی آفتیں اس پر نازل کرے گا۔ اور اگر کوئی اس نبوت کی کتاب کی باتوں میں سے کچھ نکال ڈالے تو خدا اس زندگی کے درخت اور مقدس شہر میں سے جن کا اس کتاب میں ذکر ہے اس کا حصہ نکال دیگا۔"

ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مکاشفات حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دکھائے گئے وہی مکاشفات دوبارہ یوحنا عارف پر ظاہر کر کے ان کو ایک کتابِ نبوت کے طور پر محفوظ کر دیا گیا۔ ان مکاشفات کا مضمون بھی صاف ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل کا یہ حصہ ہیں۔ چنانچہ مکاشفات میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فتوحات، مسیح موعود کی آمد، دجال اور یاجوج ماجوج کا دنیا پر تسلط اور پھر ان کی ہلاکت، آسمانی بادشاہت کا قیام اور نئے نظامِ عالم کے متعلق بشارات درج ہیں۔ مغرب میں بسنے والے نصاریٰ کیلئے یہ کیا ہی حکیمانہ انتظام تھا کہ یوحنا عارف کو اس کام پر مامور کیا گیا۔ اور جس طرح دو مومن ایک ہی خواب میں شریک

ہو جاتے ہیں اسی طرح اُن پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
مکاشفات ظاہر کرکے حکم دیا گیا کہ ان کو ایک کتاب میں
لکھ کر مغربی ایشیا کی کلیساؤں کے پاس بھیج دیا جائے
(مکاشفات پہلا باب)

مکاشفات انجیل کا حصہ ہیں

اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ مکاشفات حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی اس انجیل کا حصہ ہیں جو آپ کو اللہ تعالیٰ
کی طرف سے عطا کی گئی۔ چنانچہ نصاریٰ یہ مانتے ہیں کہ
"اُن مکاشفات کو موزوں طور پر خداوند کی جلیل انجیل
کہا گیا ہے" (تفسیر مکاشفہ ازد الر صاحب ایم اے صفحہ ۳)
علمائے بائیبل نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ مکاشفات
دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہیں۔ واچ ٹاور بائیبل
اینڈ ٹریکٹ سوسائٹی امریکہ کی شائع کردہ کتاب
"Equipped for every good work"
میں لکھا ہے کہ:۔

"بائیبل کے اس آخری صحیفہ کے شروع
کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں ..... کہ یہ یوحنا
کا مکاشفہ نہیں اور نہ ہی یوحنا مکاشفہ دہندہ
ہے۔ بلکہ یہوواہ خدا نے یسوع مسیح کو بعض
ضروری امور کے متعلق یہ مکاشفہ عطا کیا۔
اور یسوع مسیح نے ان مکاشفات کو یوحنا کے
ذریعہ اپنے ارضی خدام کے سپرد کر دیا اور
تاکید کی کہ انہیں کتابی صورت دی جائے۔"
(صفحہ ۳۵۲)

مکاشفاتِ یوحنا عارف موجودہ صورت میں یونانی
زبان میں ہیں لیکن عیسائی مصنف "ہیرن برگ" کا یہ خیال
ہے کہ اپنی اصلی صورت میں یہ آرامی زبان میں تھے۔ جو کہ
حضرت مسیحؑ کے وقت یہود کی مادری زبان تھی۔ (سمتھ
بائیبل ڈکشنری صفحہ ۷۹۱) یہی وجہ ہے کہ موجودہ یونانی
ترجمہ میں طرزِ انشاء بہ نسبت یونانی کے زیادہ تر عبرانی ہے
(تفسیر مکاشفات ازد الر دیباچہ صفحہ ۳)

مکاشفات کا افادی پہلو اور بھی روشن ہو جاتا
ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس مجموعہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے وہ کشف بھی لازماً آگئے جو کہ فلسطینی زندگی کے بعد
کے دَور سے تعلق رکھتے تھے۔ کیونکہ یہ مکاشفات یوحنا
عارف پر پہلی صدی کے بالکل آخر میں منکشف ہوئے۔ چنانچہ
اس کی ایک مثال بھی یہاں دی جا سکتی ہے۔

کتاب اکمال الدین و اتمام النعمۃ میں جو شیخ سعید
ابن جعفر بن علی کی تصنیف ہے یوز آسف (یسوع آسف)
کے مفصل حالات درج ہیں۔ یہ کتاب جو کہ آج سے ایک
ہزار سال پہلے کی تصنیف ہے حضرت مسیح ناصری کے اس
دوسرے دَور زندگی پر روشنی ڈالتی ہے جو کہ ہندوستان
سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں حضرت مسیح ناصریؑ کا ایک
کشف درج ہے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک چشمہ کے کنارے
ایک بہت بڑا درخت ہے اور ایسا عمدہ درخت ہے جس کی
شاخیں اور ٹہنیاں بکثرت ہیں اور جس کا پھل سب سے زیادہ
میٹھا ہے۔ (صفحہ ۳۵۶) یہ کشف مکاشفاتِ یوحنا عارف
میں اپنی اصلی صورت میں بایں الفاظ ملتا ہے:۔

"پھر اس نے مجھے بلور کی طرح چمکتا ہوا
آبِ حیات کا ایک دریا دکھایا ..... اور

دریا کے وار پار زندگی کا درخت تھا۔ اس میں بارہ قسم کے پھل آتے تھے اور ہر مہینے میں پھلتا تھا۔ اور اس درخت کے پتوں سے قوموں کو شفا ہوتی تھی۔" (مکاشفہ ۲۲: ۱-۲)

ہندوستانی لٹریچر اور کتاب مکاشفات کا یہ اتحاد صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یوحنا عارف کا یہ دعویٰ درست ہے کہ یہ مکاشفات حضرت مسیحؑ کے ہیں۔

یوحنا رسول کے ذریعہ انجیل کی دوبارہ تدوین

یوحنا حواری نے نہ صرف یہ کہ حضرت مسیحؑ کے مکاشفات کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کر دیا بلکہ آپؑ کی دیگر بشارات اور تعلیمات کے لئے ایک انجیل بھی ضبطِ تحریر میں لائے۔ کیونکہ متی کی مرتب کردہ انجیل کنعان سے ناپید ہو چکی تھی۔ یوحنا کی موجودہ انجیل یونانی زبان میں ہے۔ پروفیسر ٹوری کے نظریہ کے مطابق اناجیل اربعہ آرامی میں تھیں[۱]۔ موجودہ انجیل یوحنا کے متعلق عہدِ حاضر کے بائیبل سکالرز کا یہ نظریہ ہے کہ یہ انجیل یوحنا حواری کی وفات کے بعد دوسری صدی کے وسط میں لکھی گئی[۲]۔ اسٹاڈسن اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ یوحنا کی انجیل بلاریب مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم نے لکھی ہے[۳]۔ لیکن چونکہ انجیل نویس نے جیسا کہ اس کے عنوان سے ظاہر ہے "یوحنا کے مطابق انجیل" لکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے موجودہ انجیل میں یوحنا کی اصل انجیل کا کچھ بچا کھچا مواد بھی آگیا ہے۔

[۱] تاریخ کلیسیائے ہندوستان حصہ دوم ص ۲۶

[۲] Equipped for every good work P.279

[۳] کاتھلک ہیرالڈ جلد ۶ مطبوعہ سنہ ۱۸۹۶ء ص ۲۰۵۔

چنانچہ اس سلسلہ میں خاص طور پر باب چودہ تا سولہ قابلِ ذکر ہیں جن میں وہ بشارات پائی جاتی ہیں جو کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مقدسہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ وہ بشارات ہیں جن کے باعث حضرت مسیح ناصریؑ کے پیغام کو بُشریٰ یا انجیل کا نام دیا گیا۔ اس مواد کے پیشِ نظر ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یوحنا حواری نے اپنی انجیل میں حضرت مسیح ناصریؑ کی بشارات اور تعلیمات کو جمع کیا تھا۔

اس وضاحت کی رُو سے ہم یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ موجودہ نئے عہدنامہ میں بھی حضرت مسیح ناصریؑ کے مکاشفات، بشارات اور تمثیلات کا الٰہی عنصر موجود ہے۔ ہاں اس کے ساتھ دوسری باتیں بھی ملا دی گئی ہیں۔ لیکن چشمِ بینا کے لئے وہ حصے جن کو قرآن مجید نے "ھُدًی و نور" کہا ہے دوسرے حصوں سے ممیز اور روشن ہیں۔

ہندوستان کے قدیم لٹریچر میں انجیل کا ذکر

یہ تو مغرب میں انجیل کی تاریخ تدوین کا ایک خاکہ ہے۔ اب آیئے مشرق کی طرف ہندوستان میں۔ جہاں حضرت مسیح ناصریؑ نے اپنی زندگی کے نوّے برس بسر کئے۔ اور جہاں انجیل کی تکمیل ہوئی۔ کیا ہندوستانی کے قدیم لٹریچر میں انجیل کی موجودگی کے آثار ہمیں مل سکتے ہیں؟

انجیل برنباس سے یہ تو ثابت ہے کہ فلسطینی زندگی میں آپؑ پر انجیل کا نزول شروع ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد چونکہ آپؑ نے تقریباً نوّے برس عمر پائی اس لئے انجیل کی تکمیل کما حقہ ہندوستان میں ہو سکتی تھی نہ کہ فلسطین میں۔

چنانچہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے اس دوسرے دورِ زندگی میں جو کہ کشمیر سے تعلق رکھتا ہے قدیم ہندوستانی لٹریچر

سے ایسے آثار ہمیں ملتے ہیں جن سے ثابت ہے کہ ہندوستان میں حضرت مسیح ناصریؑ اپنی انجیل کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ جس کا نام بُشرٰی یا بشودی تھا (عبرانی میں انجیل کا یہی نام ہو سکتا ہے)

(۱) کتاب اکمال الدین میں جس کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے صاف لکھا ہے کہ یوز آصف (یعنی یسوع آصف) بُشرٰی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ (اکمال الدین مطبوعہ ایران صفحہ ۳۵۶)

(۲) صحیفہ یوز آصف جو کہ "بلوہر و یوز آصف" کے نام سے یا "برلام و جوزافیت" کے نام سے دُنیا کی مختلف زبانوں میں پایا جاتا ہے۔ اور جو یورپ میں یوحنا دمشقی کی ایک یونانی کتاب کے ذریعہ پہنچا یہ صحیفہ اپنی اصل کے لحاظ سے سنسکرت ہے اور قدیم ہندوستانی لٹریچر میں شامل ہے۔[1] اس میں یوز آصف کے سب حالات اور تعلیمات درج ہیں۔ اس میں بھی صاف لکھا ہے کہ یوز آصف بُشرٰی کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے۔ (جوزافیت و برلام صفحہ ۲۷۶)

پھر لکھا ہے کہ یوز آصف نے کہا کہ تم اس بُشرٰی کو قبول کرو جو کہ تمہیں دی گئی۔ (صفحہ ۲۷۹)

(۳) اِس سلسلہ میں تیسرا حوالہ ایک قدیم سنسکرت کتاب کا ہے جس کا عربی میں ترجمہ آٹھویں صدی عیسوی میں ہوا۔ اِس کتاب میں صراحت سے ذکر کیا گیا ہے کہ یوز آصف کے پاس ایک کتاب تھی جس کا نام بشودی تھا۔ اور یہ کہ وہ نبی آسمانی بادشاہت کی بشارت دیتا اور مثالوں میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا۔ اس کتاب کے

[1] ملاحظہ ہو علامہ ابن ندیم کی کتاب الفہرست +

قلمی نسخہ کے اس حصہ کا فوٹو مکرم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے کشمیر میں حاصل کیا اور جلسہ سالانہ ۱۹۴۶ء کے موقع پر دورانِ تقریر میں وہ فوٹو دکھایا گیا۔ (الفضل ۱۰ فروری ۱۹۴۷ء)

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یوز آصف حضرت مسیح ناصریؑ کا وہ نام ہے جو کہ آپ کا ہندوستان میں مشہور ہوا۔ ہندوؤں کے ۱۸ پُرانوں میں سے ایک پُران بھوشیہ پُران ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ کا ہندوستان میں نام "یوسا شافت" یعنی جوزافیت یا یوز آصف تھا۔[1]

قدیم ہندوستانی لٹریچر پر انجیل کے اثرات

ہندوستان میں انجیل کی موجودگی کا ایک اور زبردست ثبوت یہ ہے کہ قدیم ہندوستانی لٹریچر میں انجیل کے بچے کھچے حصے اب بھی پائے جاتے ہیں۔ کتاب اکمال الدین میں یوز آصف کی تمثیلات اور تعلیمات وہی ہیں جو کہ انجیل میں درج ہیں۔[2] یہاں تک کہ اکمال الدین میں یوز آصف کی زبان سے بیج بونے والے کی تمثیل تو بعینہٖ وہی درج ہے جو کہ انجیل متی (۱۳ : ۱ تا ۲۳) مرقس (۴ : ۱ تا ۲۰) لوقا (۸ : ۴ تا ۱۲) میں پائی جاتی ہے۔

گیتا میں انجیل

پادری برکت اللہ صاحب ایم۔اے نے اپنی کتاب "تاریخ کلیسائے ہندوستان" حصہ دوم کے باب نہم میں ثابت کیا ہے کہ ہندو لٹریچر میں

[1] حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو سوامی بھوشیہ مہا پران صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ ۱۹۱۰ء بمبئی۔

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "حیاۃ المسیح و وفاتہ" عربی تصنیف سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی فصل ثالث +

انجیل کے حوالے ملتے ہیں۔ اس سلسلہ میں "گیتا اور اناجیل اربعہ" والا حصہ قابلِ اعتنا ہے۔ لکھتے ہیں :-

"سطور بالا میں ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بھگوت گیتا (زیادہ تر) سنِ عیسوی کی ابتدائی صدیوں میں تالیف کی گئی۔ جب انجیل جلیل کی روشنی مقدس توما رسول شہید کی قائم کردہ کلیساؤں کی بدولت ہندوستان میں پھیل چکی تھی ..... جس کا نتیجہ یہ ہے کہ گیتا پر انجیلی تعلیم کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر لارنس نے ۱۸۶۹ء میں یہ نظریہ پیش کیا کہ بھگوت گیتا میں انجیل جلیل کی تعلیم کو ہندی لباس پہنایا گیا ہے ..... پروفیسر ونڈش تک اقبال کرتے ہیں کہ اناجیل اربعہ اور گیتا کے بعض مقامات حیران کن طور پر یکساں ہیں۔" (صٓ ۲۱۲ وصٓ ۲۱۳)

قدیم ہندوستانی لٹریچر کی اس اندرونی شہادت سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ ہندوستان میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی انجیل موجود تھی۔ جس سے ہندوستانی لٹریچر کافی حد تک متاثر ہوا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اسلام کی امتیازی خوبیاں

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلاوے
یہ ثمر باغِ محمد سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہی باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اور کینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے!
لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

شذرات!

(۱) کیا ہر نبی کی اُمّت الگ ہوتی ہے؟

جناب مودودی صاحب کا گروہ آجکل نئے نئے انکشاف کر رہا ہے۔ علماء کی نظر میں اپنی "مردودیت" کو دُور کرنے کے لئے انہوں نے تو اس مطالبہ "احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت" قرار دینے کا شروع کر رکھا ہے۔ اسی سلسلہ میں مدیر تسنیم لکھتے ہیں :-

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی پر ایمان لانے کے صاف معنے یہ ہیں کہ اُمّت کی حیثیت میں ان کا رشتہ اُمّتِ محمدیہ سے کٹ جاتے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٔ نبوّت کی بحث سے قطع نظر یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اُمّت نبی سے بنتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمّت اس اُمّت سے الگ ہے جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانیوالی اُمّت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیوالی اُمّت الگ ہے۔" (تسنیم ۲۴ نومبر ۱۹۵۲ء)

ایک دعویٰ "مسلمہ حقیقت" کے نام سے کیا گیا ہے مگر اس دعویٰ کی تائید میں کوئی شرعی نص پیش نہیں کی گئی صرف ناقص قیاس پیش کیا گیا ہے۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی الگ الگ اُمّتیں تھیں تب بھی یہ سوال باقی ہے کہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف ایک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوئے ہیں؟ اگر یہ کلیہ درست ہے کہ ہر نبی کے آنے سے نئی اُمّت بن جاتی ہے تو اوّل تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں انکی اُمّت کے ساتھ ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام کی بھی علیحدہ اُمّت ہونی چاہیئے اور دوسرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وقفینا من بعدہ بالرسل وآتینا عیسی بن مریم البیّنٰت (البقرہ : ۸۷) کہ ہم نے موسیٰؑ کے بعد پے درپے رسول بھیجے یہاں تک کہ بالآخر حضرت عیسیٰؑ کو بیّنات دے کر بھیجا"۔ اب قابلِ دریافت امر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے ان صدہا نبیوں کی اُمّتیں کونسی ہیں؟ اگر کہو کہ صرف مستقل اور تشریعی انبیاء کی الگ اُمّت ہوتی ہے تو پھر یہ کلیہ غلط ٹھہرا کہ ہر نبی نئی اُمّت بناتا ہے۔ نیز واقع یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ مستقل اور تشریعی نبوّت کا ہے ہی نہیں اسلئے جماعت احمدیہ بہرحال اُمّت محمدیہ ہے کوئی اسے اُمّتِ محمدیہ سے خارج نہیں کر سکتا۔ ہمارے نزدیک اب قیامت تک صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ہے اور آپؐ کی ہی اُمّت ہے اسی لئے ہم اُمّتی نبی کے قائل ہیں جب ہم نبی بھی اسی کو مانتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی ہو تو ہم کیونکر حضور علیہ السلام کی اُمّت سے خارج ہو سکتے ہیں؟

(۲) کیا شیعہ "ناموسِ رسالت کو داغدار" کر رہے ہیں؟

تنظیم اہلسنت کا اخبار "دعوت" لکھتا ہے کہ :-

"آج شیعوں کا کوئی اجتماع، کوئی جلسہ کوئی جلوس،

کوئی پلیٹ فارم اور کوئی اخبار ایسا نہیں جس میں ناموسِ رسولؐ کو وا غدار نہ کیا جاتا ہو۔ اصحاب و ازواجِ رسولؐ کو ہدفِ سب و شتم نہ بنایا جاتا ہو، اور آلِ رسولؐ کی چادرِ عزت و عظمت کو پارہ پارہ نہ کیا جاتا ہو۔ حتیٰ کہ اگر ملتِ اسلامیہ کی بدقسمتی سے کوئی شیعہ آج ملی سٹیج پر آتا ہے تو وہ اپنی اس عادتِ بد سے مجبور ہو کر اہلسنت کے بعض علماء کے سامنے بھی یہاں تک کہہ گزرتا ہے کہ حضرت سیدہ بتول آج یکم محرم کو قبر سے نکل پڑی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

(دعوت لاہور ۳۰ اکتوبر ۵۲ء)

شیعہ صاحبان سے ہمیں بعض عقائد میں شدید اختلاف ہے اور انکی طرف سے ہم پر زیادتی بھی ہوتی ہے مگر دل باور نہیں کرتا کہ اخبار "دعوت" کا یہ افسوسناک بیان درست ہوگا لیکن اگر یہ رنجدہ بیان درست ہے تو ہمیں شیعہ صاحبان سے اپنے رویہ میں فوری تبدیلی کی پوری پوری توقع ہے۔

(۳) کیا شیعوں کو کچلنے کے منصوبے ہو رہے ہیں؟

شیعہ اخبار "درِ نجف" سیالکوٹ لکھتا ہے:۔

"شیعیانِ پاکستان پر مصائب و آلام کے نت نئے ابواب کھولے جا رہے ہیں حتیٰ کہ ہندوستان کی بعض مشہور و معروف کمپنیاں حمایت و تبلیغ مذہب کے نام سے شیعیانِ پاکستان کو مٹا دینے پر تلی ہوئی ہیں۔ پاکستان کے بعض نااہل اور متعصب افسران نتائج سے بے پروا بے نیاز ان کمپنیوں کی علانیہ امداد کرتے اور شیعیانِ پاکستان کو نہایت بے دردی سے کچل رہے ہیں۔"

(۱۵ نومبر ۵۲ء)

ہمارے نزدیک پاکستان کے بیدار مغز وزراء عظام کا فرض ہے کہ کسی فرقہ کو دوسرے فرقہ پر مذہب اور تبلیغ کے نام پر کسی قسم کی زیادتی اور تعدی کرنیکا موقع نہ دیں۔ باہم مسلمانوں میں یہ صورتِ حالی استحکامِ پاکستان کے منافی ہے۔

(۴) شیعوں نے جداگانہ اقلیت بننے کا مطالبہ کر دیا

اخبار درِ نجف نے شیعہ روزنامہ المنتظر کراچی سے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کئے ہیں کہ:۔

"اس مظلوم قوم کو ایک جداگانہ اقلیت قرار دیدیا جائے تاکہ یہ اپنے حقوق کی حفاظت میں اپنی آبادی کے تناسب سے نمائندوں کا انتخاب کر سکے کم از کم اس طرح اس قوم کی زندگی خطرہ سے دور ہو جائیگی۔ وقت آگیا ہے کہ ان تمام حالات کا سنجیدگی سے جائزہ لیا جائے۔ اگر دستورِ پاکستان میں ہندوؤں کیلئے جگہ ہے تو پھر شیعوں کے لئے جگہ نکالی جائے۔"

اور لکھا ہے کہ "ہم محترم معاصر کے خیالات سے متفق ہیں"۔ (درِ نجف ۲۴ اکتوبر ۵۲ء)

شیعہ صاحبان کا یہ مطالبہ ایک اضطراری مطالبہ ہے لیکن چونکہ یہ طریق پاکستان کی سالمیت کیلئے مہلک خطرہ ہے اسلئے ہم اس مطالبہ کی تائید نہیں کر سکتے۔ البتہ ہم اکثریت کے فرقہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ شیعہ صاحبان کے حقوق کا خیال رکھیں +

تحقیق اُمّ الالسنہ

(یعنی)

عربی زبان کے تمام زبانوں کی ماں ہونے کا قطعی ثبوت

— ۶ —

(از قلم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ لائلپور)

اُصولِ رفعِ تصریف

"وامّا اختلاف الالسنة فی صور التركيب فليس من العجب وكذلك الاختلاف فی التصريف واطراد المواد ليس من دلايل عدم الاتحاد ولولا اختلاف بهذا القدر فی التركيبات لامتنع تغاير يوجب كثرة اللغات فان وجود التراكيب المختلفة هو الّذی غير صور الالسنة وهو السبب الاوّل للتفرقة، فلا يسوغ لمعترض ان يتكلم بمثل هذه الكلمات واين منتزحة هذه الاعتراضات فانّها مصادرة ومن الممنوعات وكذالك ان الالسنة كلّها مشتركة فی كثير من المفردات وما اوغلت بل سارت كاجلى البديهيات فاستفهم كما سمعت ولا تكن من المخطئين۔

ترجمہ:- اور یہ بات کہ اگر عربی ام الالسنہ ہے، تو زبانوں کی ترکیبوں میں کیوں اختلاف ہے تو یہ کچھ عجیب بات نہیں۔ اور اسی طرح جو اختلاف تصریف اور اطرادِ مواد میں ہے وہ بھی عدمِ اتحاد کی دلیل نہیں ٹھہر سکتا اور اگر یہ تھوڑا سا اختلاف بھی جو ترکیبات کا اختلاف ہے لغات میں باقی نہ رہے تو وہ تغائر درمیان سے اُٹھ جائے گا جو کثرتِ لغات کا موجب ہے

کیونکہ مختلف ترکیبوں کا زبانوں میں پایا جانا ہی تو وہ امر ہے جس نے زبانوں کی صورت کو متغائر کر رکھا ہے اور وہی تو زبانوں کے تفرقہ کا پہلا سبب ہے پس کسی معترض کے لئے جائز نہیں جو ایسے کلمے منہ پر لاوے۔ اور ایسے اعتراضات کی گنجائش کہاں ہے۔ کیونکہ یہ مصادرہ علی المطلوب ہے جو مناظرات میں ممنوع ہے۔ اور تجھے یہ بات کفایت کرتی ہے کہ تمام زبانیں بہت سے مفردات میں شریک ہیں۔ اور میں نے یہ مبالغہ سے نہیں کہا بلکہ میں عنقریب تجھے بدیہیات کی طرح دکھلاؤں گا۔ پس تو قائم اور ثابت قدم ہو جا۔ جیسا کہ تو نے سن لیا۔ اور خطاکاروں میں سے مت ہو۔" (منن الرحمٰن صفحہ ۴۱)

"ویشربون من تلک اللجّۃ و یتخذون لباساً من ھٰذہ الحُلّۃ۔

اور اسی دریا (یعنی عربی) سے پانی پی رہے ہیں اور اسی حُلّہ سے انہوں نے اپنا لباس بنایا ہے۔" (منن الرحمٰن صفحہ ۴)

ظاہر ہے کہ اپنے اصل یعنی عربی سے زبانوں کے اختلاف کا بڑا سبب تصریفاتِ مختلفہ ہیں۔ تصریف سے میری مراد یہاں پر یورپی زبانوں کے لحاظ سے وہ سابقے اور لاحقے ہیں جو عربی الفاظ پر زائد کئے گئے۔ اور جنہوں نے اصل الفاظ کو بالکل نیا پیراہن دے کر اجنبی اور ناقابل شناخت بنا دیا۔ تصریف سے میری مراد یہاں عربی زبان کے اسلوب پر تصریف نہیں ہے۔

انگریزی زبان میں سینکڑوں سابقے اور لاحقے یعنی پریفکس اور سفکس ہیں جو الفاظ سے معانی تراشنے اور مختلف مدارجِ معنوی قائم کرنے کے لئے مستعمل ہیں۔ سنسکرت میں بھی سابقے لاحقے کثرت سے مستعمل ہیں۔ اور مفردات کا کامل نظام نہ ہونے کے سبب اختیار کئے گئے ہیں۔

اکثر اور بیشتر یہ سابقے لاحقے عربی الفاظ ہیں جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب ثابت کیا جائے گا لیکن بعض ان میں سے ایسے ہیں جو مہمل ہیں اور صرف شناخت کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ مثلاً ment حاصل مصدر کی علامت۔ یا ed وصفی معنوں کے لئے۔ وغیرہ۔ لاطینی زبان میں بھی جو گویا انگریزی کی سوتیلی ماں ہے (حقیقی ماں تو ہر زبان کی عربی ہے) اسی قسم کے سابقے لاحقے مستعمل ہیں۔ مثلاً are علامت مصدری۔ us ۔ وہ علامت اسم و صفت وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ یہ سابقے لاحقے جیسا کہ خود ان کے معنوں سے ظاہر ہے عربی لفظ کے شروع یا آخر میں زائد کئے گئے ہیں۔ اس لئے ان کو الگ کر دینا اور عربی لفظ کو علیحدہ نکال لینا ایک آسان امر ہے۔ میں اپنے مطلب کو چند مثالوں سے واضح کرتا ہوں۔

(۱) عربی لفظ ہے صَدّ: دیکھنے کے لئے سیدھا کھڑا ہونا۔" لاطینی میں یہ sta ہے۔ گویا (د) (ت) میں بدلی ہے۔ اور بس۔ فارسی میں الف زائدہ لگ کر (اصدادن کی بجائے) استادن ہوا۔ دن علامت مصدری زائد لگی۔ انگریزی میں بالتسلیم nd زائد لگ کر یہی لفظ Stand ہوا۔ یہاں تو بات صاف

ہے۔ لیکن اس ایک لفظ sta سے سینکڑوں الفاظ
گھڑے گئے۔ Constitute - institute
destitute وغیرہ اور ان کے مشتقات۔ اب یہ
تصریف یعنی سابقوں لاحقوں کا اثر ہے کہ اصلی روٹ
گم نہیں، تو بالکل محجوب ہو گیا ہے۔ کئی سو الفاظ اس
پر مبنی ہیں۔

(۲) عربی لفظ ہے ثَوَی: آباد ہونا۔ ٹھہرنا۔ ہندی میں
مقلوب ہو کر "وَسا" یعنی آباد ہونا ہوا۔ اردو
بسنا۔ بستی۔ بسیرا۔ باسی۔ فارسی باشیدن ہوا۔ وغیرہ
تصریفات علاوہ مقلوبیت کے موجب مغائرت ہوئیں۔
قال تعالیٰ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ۔

(۳) بَعَثَ: بھیجنا۔ الف زائد لگا تو M غنّہ B کیساتھ
پیدا ہو کر embassy ہوا۔ (یہ لفظ اِنْبَعَثَ
نہیں ہے) اور علامتِ فاعلی لگ کر ambassador
ہوا۔ سنسکرت میں بَسیٹھ پیغمبر کو کہتے ہیں۔ T زائد
ہے۔ فتدبر!

(۴) قَادَ: رہنمائی کرنا۔ آگے کو کھینچنا۔ انگریزی میں
Guide اور لاطینی میں مقلوب ہو کر duco ہوا۔
اور خود بیسیوں الفاظ کا ماخذ انگریزی میں ہوا۔

(۵) قَرْن: سینگ۔ لاطینی Cornu۔ انگریزی میں
بالتسلیم (ق)۔ (ھ) میں بدل کر horn ہوا۔ لیکن
Coronet - Crony - Crown وغیرہ بیسیوں
الفاظ اس پر مبنی ہیں۔

(۶) فَاضَ: بہنا۔ کثرت سے ہونا۔ fuse۔
profuse وغیرہ کا روٹ ہے۔

اَفَاضَ: گرانا۔ found - fund وغیرہ کا
روٹ ہے۔ N غنّہ ہے اور ض کا بدل D ہے۔
یہ بہت کثیر الاشتقاق ماخذ ہے۔ اور یہ تسلیم شدہ امر ہے
کہ fuse اور found ایک ہی روٹ سے ہیں۔

(۷) سَنَہ: بہت سالوں والا ہونا۔ Senile۔
Senescent - Senate - Senior
وغیرہ کئی الفاظ کا مبنیٰ ہے۔

غرضیکہ یہ سابقے لاحقے ہی ہیں جو عربی ماخذ کو
بگاڑ دیتے ہیں۔ اور بوجہ عجمی زبانوں کے قلیل مایہ ہونے کے
مختلف معانی اور مدارج ان کی وجہ سے پیدا کئے جاتے ہیں۔
پس رفعِ تصریف سے مراد صرف اس قدر ہے کہ جو سابقے
اور لاحقے اصل روٹ کے ساتھ بطور پیوند لگائے گئے ہیں
انہیں برطرف کرنا اور پھر عربی روٹ بقیہ لفظ سے نکالنا۔
"ویتخذون لباساً من ھذہ الحلّة" میں یہی
سرِ مکتوم ہے۔

اصولِ رفعِ لین

رفعِ تصریف کے ماتحت جو مثالیں بیان ہوئیں وہ صرف
قاعدے کے اظہار کے لئے تھیں لیکن اصل اصول وہ ہے
جو اب بیان ہوگا۔ اور اس بارے میں منن الرحمٰن کی عبارت
ذیل پہلے قابلِ ملاحظہ ہے:۔

"ومنها ما بقيت على صورها
الأصلية۔ وما غيّر وجهها حرّ
هواء الغربة وما زلزل افذاذها
اعصار التفرقة"

اور بعض (الفاظ) ایسے ہیں جو اپنی اصلی صورتوں پر باقی رہے اور پردیس کی دُھوپ اور دوپہر کی گرمی نے اُن کے چہروں کو متغیر نہیں کیا۔"

(منن الرحمٰن ص۹۱)

" فاتیناھا واخذناھا کاخذ الوارث متاع المیراث وبعثناھا من الاجداث۔ پس ہم ان کے پاس پہنچ گئے اور ہم نے انہیں یوں لیا جیسا کہ کوئی وارث کا مال لیتا ہے اور ہم نے اُنہیں قبروں میں سے اُٹھایا۔" (منن الرحمٰن ص۹۲)

عربی زبان میں الفاظ اعراب کے پابند اور ایک وزن کے اندر موزون تھے۔ اور معانی کی باگ ڈور بھی اعراب کے ہاتھ میں تھی۔ غیر زبانوں میں جاکر یہ پابندی نہ رہی اور اعراب اپنی جگہ پر قائم نہ رہے۔ لہجہ پھیلا تو اعراب اپنے مقام سے ہل گئے اور اشباع و امالہ نے الفاظ کی اصلی صورت کو بدل دیا۔ فردوس کی بجائے پی۔ را۔ ڈائس تلفظ ہو گیا۔ مطمورہ کی بجائے (سمَے۔ ٹا۔ مُور) ہو گیا۔ ھمّر hammer بن گیا۔ لمع سے Illume تلفظ ہوا۔ ظاہر ہے کہ اِس تغیر کا موجب صرف واول یا حروفِ علت ہیں۔ پس اگر ہم کسی عجمی لفظ سے واول یا حروفِ علت گرا دیں گے تو حسب ذیل نتیجہ نکلیگا۔

اوّل:۔ اعراب کا بدل چونکہ واول ہیں۔ اسلئے بغیر اعراب کے حروف صحیحہ ہمیں دستیاب ہونگے مثلاً Paradise = PRDS = فردوس۔ کہ ہم نے اعراب بعد میں لگائے ہیں۔ حروفِ صحیحہ اعراب سے معرا ہیں۔

دوم:۔ اشباع اور امالہ بھی واولوں یا حروفِ علت سے پیدا ہوتا ہے اس لئے واول گرانے سے اشباع و امالہ دُور ہو جائے گا اور یہ بھی ہمارے مفید مطلب ہے۔

مثلاً (۱) Flee = FL = فَلَّ۔ بھاگنا

(۲) کاٹنا = KT = قطع (۳) دوڑنا = DR = دَرَّ۔ دوڑنا۔

سوئم:۔ الف زائدہ جو کسی لفظ کے شروع میں لگتا ہے وہ بھی جاتا رہے گا۔ اور یہ امر بھی ہمارا ممد ہے۔ مثلاً آفریدن = FR = بَرَأَ۔ پیدا کرنا لاطینی میں یہی لفظ fer اور انگریزی میں bear ہے۔ گویا فارسی اور لاطینی میں (ب) کا ابدال (ف) میں ہوا۔ مگر انگریزی میں (ب) قائم ہے۔

Anger = NGR = نَقِرَ۔ ناراض ہونا نَغِرَ۔ غصے سے طیش میں آنا۔ انگریزی لُغت والوں نے anger کا رُوٹ ang دیا ہے۔ گویا R کو زائد شمار کیا ہے۔ وہ انگ لفظ ہے یعنی حَنِقَ غصے ہونا۔

نوٹ:۔ عجمی لہجے اجتماعِ ساکنین اور اجتماعِ حرکات کو ادا کرنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں۔ اسلئے الف زائدہ سے ایک سلیبل کی بجائے دو سلیبل بن جاتے ہیں۔ دیگر حروف بھی اِس دقت کو دُور کرنے کے لئے زائد آتے ہیں۔

چہارم:۔ الف نافیہ بھی واول گرانے سے گر جائے گا۔ اور یہ امر بھی ہمیں مفید ہے سنسکرت میں نفی کیلئے

الف کثرت سے مستعمل ہے۔

پنجم:- واول گرانے سے ا۔و۔ی یعنی حروفِ علت بھی گر جائیں گے۔ اور ع بھی گر جائے گا۔ حالانکہ یہ حروف کسی لفظ کا جزو (اصلی) ہوں گے۔ یہ امر ہمارے مطلب کے مخالف ہے۔ اس کے لئے دوسرا قاعدہ بیان ہوگا۔

پس رفعِ لین سے مراد یہ ہے کہ کسی عجمی لفظ کے واول یا حروفِ علت گرا کر باقی حروفِ صحیحہ یعنی کانسوننٹ پر عربی قاعدے کے لحاظ سے از سرِ نو اعراب لگانا اور اسے صحیح تلفظ پر لانا۔ اور یہ ایک مقررہ قاعدہ ہے، حساب کے قاعدے کی طرح کا۔

استثناء (۱) اگر کوئی واول یا حرف علت کسی لفظ کا پہلا حرف ہے اور الف زائدہ نہیں تو جائز ہے کہ اسے قائم رکھا جائے کیونکہ وہ بمنزلہ حرفِ صحیح ہے۔ مثلاً:-

(۱) attack = ATK = عَتَكَ۔ حملہ کرنا

(۲) ابر = عُبر۔ بادل

(۳) Eka = عَاكَ۔ کمانا۔

ف۱۔ اصول رفعِ لین کے ماتحت جو عربی ماخذ دستیاب ہوں گے وہ سالمات کہلائیں گے اور سہ حرفی ہوں گے۔ اور لفظ مضاعف بھی سالمات میں داخل ہے۔

ف۲۔ Y اور W نیم واول ہیں۔ اگر وہ ادائے حرکت کے لئے بطور اشباع یا امالہ مستعمل ہوں تو واول کی طرح گرا دیئے جائیں گے۔ لیکن اگر وہ (ی) یا (ف) کا بدل ہیں تو قائم رکھے جائیں گے۔ (واؤ) کی صورت بھی W کی سی ہے۔ یعنی یہ بھی (ف) کا بدل ہو سکتا ہے۔

ف۳۔ ادائے حرکت کے لئے اگر کوئی حرفِ علت سہ حرفی لفظ پر زائد کرنا پڑے تو کچھ حرج نہیں۔ مثلاً:-

(۱) Slope = SLP = صلیف۔ ڈھلوان۔

(۲) (fraught-full of) = FRT = اَفْرَطَ۔ لبریز کرنا۔

ف۴۔ مختصر یہ کہ فارمولا رفعِ لین اعراب کے بگاڑ کو دور کرنے کا نام ہے اور اس کے ماتحت حاصل شدہ عربی الفاظ کی مثال ایسی ہے کہ گویا ایک مسافر کے چہرے کو سیر و سفر نے گرد آلود کر دیا ہے۔ ورنہ اس کے عربی خط و خال بدستور قائم ہیں۔ ہمیں صرف گرد و غبار سے اسے پاک کرنا ہے۔ آئندہ جو اصول آئیں گے وہ رفتہ رفتہ باریک سے باریک تر ہوتے جائیں گے۔ لیکن یہ قاعدہ صاف اور سادہ ہے۔

ف۵۔ ظاہر ہے کہ ابدال کا اصول ہر قاعدے کے پہلو بہ پہلو چلے گا۔ جہاں ضروری ہوگا ابدال کی طرف اشارہ کر دیا جائے گا۔ مثلاً:- Acolyte بمعنی پیرو = CLT = قَلَّدَ۔ پیروی کرنا۔ $\frac{T}{D}$ سے مراد یہ ہے کہ عجمی T بدل ہے عربی D کا۔ گویا عجمی حرف شمار کنندہ اور اس کا عربی بدل بطور نسب نما درج ہوگا۔ سابقے لاحقے نکال دیئے جائیں گے۔ کوئی حرفِ صحیح کم نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس کی اصولی توجیہ نہ ہو۔

غرض امور مندرجہ بالا کے ماتحت اب الفاظ کی لڑیاں پیش ہوں گی ؎

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

ف۶۔ جہاں کسی لفظ کا روٹ اصل لفظ سے مختلف ہوگا ہلالین

کے اندر ظاہر کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر رُوٹ اور اصل لفظ کے حروف مساوی ہیں تو رُوٹ درج کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

ف۷۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اصول زیرِ بحث کے ماتحت جب عربی ماخذ دستیاب ہوتا ہے تو اکثر بحالتِ ماضی ہوتا ہے اور تصریفات سے پاک ہوتا ہے ماسوا حرف M کے چند الفاظ کے۔ (idle = عاطل نکمّا۔ بے کار) ہو سکتا ہے۔ مگر قاعدہ مذکورہ کے ماتحت عَطَلَ رُوٹ نکلے گا۔ (free - بری) ہو سکتا ہے مگر رُوٹ بَرَأَ نکلے گا۔ وغیرہ

ف۸۔ گزر چکا ہے کہ انگریزی زبان سینکڑوں زبانوں کا مجموعہ ہے۔ پس حل شدہ الفاظ کے متعلق قارئین لُغتِ انگریزی میں دیکھ سکتے ہیں کہ رُوٹ کونسی زبان کا ہے۔ اختصار کے خیال سے اس امر کی وضاحت ضروری نہیں سمجھی گئی۔

ف۹۔ فارسی اُردو وغیرہ کے حروفِ صحیحہ انگریزی تہجّی میں لکھے گئے ہیں۔ فائدہ یہ ہے کہ (س۔ ث۔ ص) یا (ت۔ ط۔ د) ایک حرف S یا T میں ادا ہو جاتے ہیں۔ اور (خ۔ ق۔ غ۔ ک) صرف K سے۔

ف۱۰۔ ایک ہی عربی رُوٹ ایک ہی زبان میں مختلف حُلیے اختیار کرتا ہے۔ یا مختلف زبانوں کے لحاظ سے اسکی شکل بدلتی ہے۔ اسلئے گو رُوٹ ایک ہوتا ہے مگر اُسے کئی طرح پر مختلف اصول کے ماتحت لا کر حل کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ امر محنت طلب ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں عربی رُوٹ کثیر المعانی ہوتا ہے اسلئے بھی مختلف طور پر ایک ہی رُوٹ کو حل کرنا پڑتا ہے تفصیل آئندہ آئے گی۔ بہرحال ؎

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفانِ موج افزا
دل افگندیم بسم اللہِ مجریھا و مرسٰھا

سلکِ اوّل۔ سالمات

احباب کے غور کے لئے پہلی لڑی پیش ہے:-

(۱) Abate	A/H ABT۔ هَبَطَ۔ اُترنا
(۲) Abbattoir	ABT۔ عَبَطَ۔ ذبح کرنا
(۳) Ab - sorb	SRB۔ شَرِبَ۔ چوسنا۔ جذب کرنا۔
(۴) Abuse	ABS۔ اَبَثَ۔ بدگوئی کرنا
(۵) Acclivity (clivus) slope	CLV۔ صلیف۔ K/S ڈھلوان۔
(۶) Slope	SLP۔ صلیف۔ ڈھلوان
(۷) Acolyte - follower	CLT۔ قَلَّدَ۔ پیروی کرنا۔ T/D نقل کرنا۔
(۸) Agist (jacere) lie	JC۔ جَجَّ۔ لیٹنا
(۹) Anger	NGR۔ نَقَرَ۔ ناراض ہونا نَغَرَ۔ غصّے سے طیش میں آنا۔ (غ کی تاثیر ق سے شدید ہے)
(۱۰) Annoy	ANY۔ عَنَا۔ مشقت تکلیف

(۱۱)	Awake	AWK	عفق - جاگنا
(۱۲)		W/F	افاق - جاگنا
(۱۳)	Behemoth (bhemah) beast	BHMH	بھیمۃ - چوپایہ
(۱۴)	Behest (heissen)	HS	حث - اکسانا ترغیب دینا
(۱۵)	Bible (biblos) bark	BBL	وفل - چھلکا - B/F B/V
(۱۶)	Brush	BRSH	فرشہ - جھاڑو
(۱۷)	Calcal-faction	CBL	خبل - فتنہ فساد
(۱۸)	Cable-halter	CBL	کبل - بیڑی بندھن
(۱۹)	Cabrioleh (capris) goat	CPR	غفر - پہاڑی بکری کا بچہ
(۲۰)	Calf	CLF	L/R خِرْاف - بچھڑا
(۲۱)	Caltosity (callum) thik	CL	خلق - موٹا
(۲۲)	Calyse (Kalapts) to cover	KLP	غلف - ڈھانپنا
(۲۳)	Camorra - secret society	CMR	خمار - پردہ ؛ خمر - چھپ جانا
(۲۴)	Can - basket	CN	صن - ٹوکرا C/S
(۲۵)	Canon - rule	CNN	سنۃ - قاعدہ C/S
(۲۶)	Canopy	CNP	کانفہ - پناہ کی جگہ
(۲۷)	Canvae - (Kanabis) hemp	KNB	قنب - سن
(۲۸)	Caravel (Carabos) small ship	KRB	قارب - کشتی
(۲۹)	Card (Kartes) paper leaf	KRTS	قرطاس - کاغذ
(۳۰)	Carp - slander	CRP	قرف - عیب لگانا
(۳۱)	Carpel (Carpos) fruit	KRP	خرافہ - چن شدہ پھل
(۳۲)	Carve.	CRV	قرف - چھیلنا
(۳۳)	Casino (Casa) cottage	CS	خص - جھونپڑی
(۳۴)	Cast - throw	CST	قسط - بکھیرنا
(۳۵)	Cast - Calculation model	CST	قسط - پیمانہ
(۳۶)	Caste - class, division	CST	قسط - تقسیم کرنا
(۳۷)	Cat	CT	قطہ - بلی
(۳۸)	Catena - chain	CTN	قیطان - مالا
(۳۹)	Catharsis (Katharos) cleanse	KTHR	قفر - دھونا T/S
(۴۰)	دھوبی - گازر	GZR	قصر - دھونا
	Cattle	CTL	غیطل - بھیڑ گائے بارہ سنگا کا گروہ

(۴۱) Cerise (Cherry) red	CRY - ذریح - سُرخ	CH/S
(۴۲) Chain (Catena)	CTN - قیطان - مالا	
(۴۳) Chalet (casa) house	CS - قُشّ - چھوٹا مکان	
(۴۴) کاشانہ (نسبتی ہے)	KSH - قُشّ - مکان	
(۴۵) آشیانہ	ASH - عَشّ - گھونسلا	
(۴۶) گُرسنہ	GRS - غرث - بھوکا	
(۴۷) تشنہ	TSH - عطش - پیاس	
(۴۸) آستانہ	ST - سُدّہ - دہلیز	
(۴۹) Carade (Charra) chatter	CHR - صَرّ - چلّانا	CH/S
- Chasublla (casa) cottage	CS - خُصّ - جھونپڑی	
(۵۰) Chef - head	CHF - قُحف - چوٹی	
(۵۱) Chief	CHF - قُحف - چوٹی، کافہ - سردار	
(۵۲) Cherub (Krub) angel	KRB - کَرُوب - مقرب فرشتہ	
(۵۳) Chervil (Khairo) rejoice	SR = KR - سُرّ - خوش ہونا	K/S
(۵۴) Chevalier (Caballus) horse	CBL - قابِل - گھوڑا	

(۵۵) Chill - Cold	CHL - قِلّ - رعشہ - کپکپی	CH/K
(۵۶) Chisel (Caedere) Cut	CD - قَضّ - کاٹنا	D/ض
(۵۷) Cease	CS - قَصّ ״	
(۵۸) Chit	CHT - خَطّ - لکھنا - لکیر	CH/K
(۵۹) چٹھی	CHT - خَطّ - لکھنا - لکیر	CH/K
(۶۰) Choose	CHS - حَصّ - چُن لینا	CH/K
(۶۱) Chase	CHS - قَصّ - پیروی کرنا، کسا - تعاقب کرنا	CH/K
(۶۲) Crannim - Skull	CRN - قرن - سر کا پہلو	
(۶۳) horn (Cornu)	CRN - قرن - سینگ	
(۶۴) Cairn - pyramid of stones	CRN - قرن - پہاڑی قلعہ	
(۶۵) Chronic (Khronos) time	KRN - قرن - وقت - عمر	CH/K
(۶۶) Churn - foam	CHRN - غسرین - جھاگ	CH/K
(۶۷) Cinch - saddle girth	CNCH - ضنک - تنگ	CH/K
(۶۸) Clew - ball	CL - کُلّہ - گیند (W اضافی)	

(۶۹) Clip[1] - pinch	CLP - خَلَب - نیچے پکڑنا - (قَلَب پکڑنا)
(۷۰) Caluminate (Calvi) deceive	CLV - خَلَب - دھوکا دینا - $\frac{V}{B}$
(۷۱) Clip[2] - Cut	CLP - قَلَف - کاٹنا
(۷۲) Cloy (Clavus) nail	CLV - قلفہ - ناخن $\frac{V}{F}$
(۷۳) Coarse	CRS - شرص - کھُردرا $\frac{C}{S}$
(۷۴) Coir (Kayar) chord	KR - کَرّ - رسّی (وجہ یہ کہ کَرّ - بٹنا - لپیٹنا)
(۷۵) Column (Cel) high	CL - قَلّ - بلند ہونا
(۷۶) Coop - basket	CP - قُفّہ - ٹوکری
(۷۷) Cop[1] - top	CP - قُفّ - چوٹی
	نوٹ :- یہی لفظ مقلوب apex - peak ہو کر ہے اور یہی chief کا روٹ ہے -
(۷۸) Cop[2] - policeman	CP - قائف - کھوجی (پولیس مین پر اطلاق مع وجہ تسمیہ - فتدبر!)
(۷۹) Cop[3] - Catch	CP - کَفّ - روکنا
(۸۰) Cope[1] - Cloak, Cap	CP - قبا - لباس } دونوں کا قُبعہ - ٹوپی } خلط ہے

(۸۱) Cope[2] - Vault	CP - قَبّ - گنبد
(۸۲) Chaffer - haggle	CHFR - خایَرَ - باہم بحث کرنا $\frac{F}{B}$
(۸۳) Chanffer - basket	CHFR - قفیر - ٹوکری $\frac{CH}{K}$
(۸۴) Chanffeur - motor driver	CHFR - خَفیر - محافظ نگہبان (نوکر | چوکیدار) $\frac{CH}{K}$ (وجہ یہ کہ خَفر - محافظ کے لئے نوکر رکھنا ڈرائیور پر محض اطلاق ہے -)
(۸۵) Flat	FLT - فلطح - چوڑا کرنا (انگریزی الفاظ کو اس کا روٹ نہیں ملا)
(۸۶) Gofer - honey-comb	GFR - قفیر - شہد کی مکھیوں کا چھتہ -
(۸۷) Chock - wedge	CHK - شِقّ - پچر $\frac{CH}{S}$
(۸۸) Cheek - side of face	CHK - شِقّ - پہلو
(۸۹) Cordata (cor) heart	CR - سِرّ - دل $\frac{C}{S}$
(۹۰) Creek	CKS = CRK - خریص - سمندر کی کھاڑی $\frac{K}{S}$
(۹۱) Corbal (Corvus) raven	CRV - غُراب - کوّا $\frac{V}{B}$
(۹۲) Crow (Crawe)	CRW - غراب -

Cosmetic (۹۳) CSM - قَسَمَ - تقسیم کرنا
(Cosmos)
قُسِم - خوبصورت ہونا
adorn, order
قَسِمہ - حُسن
قسیم - خوبصورت
(وجہ یہ کہ تقسیم سے ترتیب و
حُسن پیدا ہوتا ہے۔)

فربیدن (۹۴) FRB = فرادَبہ ہو کر دینا $\frac{F}{V}$

(فارسی) خوشیدن (۹۵) KSH - قَشَّ - خشک ہونا

(اُردو) سُوکھنا (۹۶) KS = SK = قَشَّ - خشک ہونا

(لاطینی) siccus (dry) (۹۷) CS = SC - قَشَّ - خشک ہونا

گرفتن (۹۸) GRP - غَرَفَ - چُلّو بھرنا

" " (۹۹) GRP - Grip - handful

شمیدن (۱۰۰) SHM - شَمَّ - سونگھنا

خلیدن (۱۰۱) KL - خَلَّ - چھیدنا

گمانیدن (۱۰۲) GMN - خَمَنَ - اندازہ کرنا

افتادن (۱۰۳) AFT - هَفَتَ - گرنا $\frac{A}{H}$

تلک مأۃ و امثالھا کثیرۃٌ جدّاً۔

اس سلک میں مختلف جہات سے اصول ارفع لین کا عمل دکھایا گیا ہے۔ یہ اصول ہزاروں الفاظ پر منطبق ہے۔ یہاں پر تقریباً ایک سو درج کئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ پہلا اختلاف عربی زبان سے طرزِ ادا اور لہجے میں تھا۔ یعنی ابدال حروف میں۔ اور دوسرا اختلاف تصاریف مختلفہ کے لحاظ سے اور یہ تیسرا اختلاف اعراب کے فرق اور لہجے کے پھیلنے کی وجہ سے ہوا۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ دوبارہ پڑھیں۔ "سارِ ذلک کالحلے البدیھیات" اور "منھا ما بقي علیٰ امورھا الاصلیۃ" اور نیز "فاتیناھا و اخذناھا کاخذ الوارث متاع المیراث" اور پھر فرمودۂ ایزدی یاد فرمائیں۔

وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ۔

صدق اللّٰہ ورسولہٗ۔ اللّٰھم صلِّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ عبدک المسیح الموعود۔

نقد و تبصرہ

مکتوبات اصحاب احمد علیہ السلام

اخویم مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکاتیب جمع فرمائے ہیں۔ یہ مکتوبات نہایت اہم علمی و دینی مسائل پر مشتمل ہیں۔ حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا، حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ، حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کے گرامی نامے اس جلد میں شامل ہیں۔ اول الذکر تین بزرگوں کے خطوط کے فوٹو عکس بھی درج کئے گئے ہیں۔ انقلاب ۱۹۴۷ء کے بعد کے مکاتیب سے تاریخی حقائق کی حفاظت کے علاوہ نہایت ایمان افروز امور ان مکتوبات میں درج ہیں۔

ہمارے نزدیک ان مکتوبات کا مطالعہ ہر احمدی کیلئے نہایت ضروری ہے۔ محترم ملک صاحب نے یہ مجموعہ مرتب کر کے سلسلہ کی ایک اہم خدمت سرانجام دی ہے سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں ان مکتوبات کو خاص اہمیت حاصل ہوگی۔ فی الحال جلد اول شائع ہوئی ہے جو عمدہ کتابت طباعت کیساتھ دیدہ زیب کاغذ کے سو صفحات پر تقطیع کلاں میں شائع ہوئی ہے قیمت ڈیڑھ روپیہ

ملنے کا پتہ

حالی بُک ڈپو۔ رام گلی ۳۔ لاہور

حضرت مولوی حکیم عبید اللہ صاحب بسملؔ مصنف ارجح المطالب کے حالاتِ زندگی

(۱)

کوئے یار میں پہنچنے کی ایمان افروز کہانی

(مرسلہ جناب سید محمد حسین شاہ صاحب مختار عام صاحبزادگان حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

[شیعہ صاحبان کے ہاں ارجح المطالب ایک نہایت مستند و مشہور کتاب ہے۔ اس کے مصنف حضرت مولوی حکیم عبید اللہ صاحب بسملؔ فارسی زبان کے نہایت بلند پایہ شاعر تھے۔ ذیل میں ان کے اپنے بیان فرمودہ حالاتِ زندگی اخبار الحکم ۲۸/۳/۲۹ سے لیکر درج کئے جاتے ہیں۔ الفرقان کے خلافت نمبر میں ان کے دلچسپ مضمون کو شیعہ حضرات نے بہت توجہ سے مطالعہ کیا ہے اسی مناسبت سے اُمید ہے کہ یہ دلکش حالات طالبانِ حق کی راہ نمائی کریں گے کہ اگر جستجو حقیقی ہو تو کس طرح انسان اپنی منزلِ مقصود کو پالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بیان کو بہتوں کی ہدایت کا موجب بنائے۔ آمین

(ایڈیٹر)]

حضرت امام علیشاہ صاحب کا بیعت لینے سے انکار

مجھے یاد ہے میری عمر ابھی کوئی سات آٹھ سال کی تھی کہ مَیں نے حضرت پیر امام علیشاہ صاحب کو ایک دفعہ وضو کرایا جس پر آپ نے مجھے دُعائے خیر عطا کی۔ دس برس کی عمر تھی کہ میری والدہ صاحبہ نے پیر امام علی شاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کو بیعت میں لے لیا جائے۔ فرمایا نہیں، یہ میری بیعت توڑ دیگا۔ میری والدہ رو پڑیں۔ کہنے لگے نہیں میری ہی نہیں، اور لوگوں کی بھی بیعت توڑے گا۔ بوڑھا ہو کر بیعت کرے گا تو شاید نہیں توڑیگا جوانی میں تو کسی کے قابو آنے والا نہیں۔ میری والدہ نے عرض کیا۔ مَیں ایمان کی سلامتی چاہتی ہوں۔ اسی واسطے بیعت کے متعلق عرض کرتی ہوں۔ فرمایا مَیں دُعا کروں گا اللہ تعالیٰ اس کو اسلام کی محبت عطا کرے اور شرک اور کُفر سے بچائے۔

والد ماجد کا جواب

میری کوئی گیارہ سال کی عمر تھی کہ حضرت امام علی شاہ صاحب انتقال فرما گئے۔ میری والدہ نے میرے والد صاحب سے کہا کہ آپ اس کو اپنی بیعت میں داخل کریں۔ والد صاحب نے فرمایا حضرت صاحب نے جو کچھ اسکے حق میں فرمایا تھا تمہیں یاد ہے مَیں اپنی بیعت میں اس کو داخل نہیں کرتا ڈرتا ہوں کہ کہیں میرا عاق نہ ہو جائے۔ لیکن میری والدہ نے نہ مانا اور مجھے حضرت صاحبزادہ پیر صادق علی شاہ صاحب (ابن پیر امام علی شاہ صاحب) کی خدمت میں پیش کیا۔

پیر صادق علی شاہ کی بیعت

حضرت صاحبزادہ صاحب نے مجھے اپنی بیعت میں داخل کیا اور بعد توبہ استغفار میرے دونوں انگوٹھے داہنا داہنے ہاتھ میں اور بایاں بائیں ہاتھ میں لیکر ایک گھنٹہ تک خاص توجہ فرماتے رہے۔ مَیں حضرت امام علی شاہ صاحب کے حلقہ میں اکثر بیٹھا کرتا تھا اور دیکھتا تھا کہ جس کو آپ توجہ دیتے تھے وہ مُرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگ جاتا تھا لیکن میرے

دل پر صاحبزادہ صاحب کی توجہ کی کوئی کیفیت طاری نہ ہوئی جس کو میں نے اپنی قساوتِ قلبی پر محمول کیا۔ مہینہ بھر تک حضرت کی توجہ میں جو شام کے وقت ہوا کرتی تھی میں بیٹھتا۔ بعض کو کچھ اثر بھی ہوتا لیکن مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ صاحبزادہ صاحب نے مجھ کو تلقین کی کہ ہر نماز کے بعد ایک سو ایک دفعہ یہ درود پڑھا کرو وصلِّ علیٰ حبیبہٖ محمدٍ وآلہٖ وسلّم اور بعد مغرب ایک گھنٹہ مراقبہ کرکے بیٹھا کرو تمہیں خود کیفیت پیدا ہوجائے گی۔ لیکن نہ میں نے مراقبہ کیا نہ مجھ میں کیفیت پیدا ہوئی

میاں امیر الدین صاحب کی بیعت

میرے خسر میاں امیر الدین صاحب (پہلی بیوی کے والد) چونکہ حضرت امام علی شاہ صاحب کے مجاز خلیفہ تھے اسلئے اس کے بعد انہوں نے مجھ کو اپنی بیعت میں لیکر توجہ شروع کی اور چند دن تک مجاہدہ فرماتے رہے۔ لیکن اُن کی توجہ سے بھی میرے دل پر کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ آخر اکتا کر انہوں نے بھی توجہ چھوڑ دی اور فرمایا اس کا دل بہت سخت ہے۔

مولوی عبدالحکیم صاحب دھرمکوٹی سے گفتگو

ایک روز مولوی عبدالحکیم صاحب دھرمکوٹی سے جو کسی قدر وہابیت کی طرف مائل تھے میں نے ذکر کیا کہ رتڑ چھتڑ مکان شریف میں میں حضرت امام علی شاہ صاحب کے زمانے میں دیکھا کرتا تھا کہ آپ کی توجہ سے صدہا باوقار شخص وجد کی حالت میں مرغ بسمل کی طرح تڑپتے تھے لیکن اب وہ حالت نہیں پائی جاتی مولوی عبدالحکیم صاحب فرمانے لگے جس قدر مجاہدہ اس بات میں میاں امام علی شاہ نے اٹھایا تھا اُس کا عشر عشیر بھی کسی نے نہیں اُٹھایا۔ اس واسطے وہ تاثیر نہیں ہوتی۔ یہ تمہارے دل کی سختی وغیرہ کی بات نہیں میرے نزدیک وہ برکت اس خاندان سے اُٹھ گئی ہے اور برائے نام پیرزادگی رہ گئی ہے۔ تم اس خیال میں مت پڑو۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہارے دل میں قرآن وحدیث اور نبی کریم کی عظمت ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا مولوی صاحب! میں اپنے دل میں بے حد عظمت پاتا ہوں۔ فرمانے لگے بس یہی ایمان کی نشانی ہے وجد اور حال اسلام کی شرط نہیں ہے اتباعِ سنت مومن بننے کے لئے کافی ہے۔ میں نے کہا آخر یہ نظارہ جو میں نے دیکھا ہے اس کا سبب کیا ہے اور اب کیوں نہیں۔ کہنے لگے اس کی تلاش بے سود ہے۔ اگر تمہیں شوق ہے تو کسی اور سلسلہ میں جاکر دیکھ لو۔

سید رحیم شاہ صاحب کی بیعت

بعد چند روز کے کشمیر سے ایک بزرگ آئے اُن کا نام سید رحیم شاہ صاحب تھا اور وہ قادری سلسلہ میں بیعت لیتے تھے۔ میں بوساطت پیر عظیم شاہ صاحب قادری امرتسری اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی بیعت میں داخل ہوا۔ آپ نے ذکر جہر کی تلقین کی اور فرمایا رات کو تہجد کے بعد بڑی اونچی آواز سے لا الٰہ الّا اللّٰہ اس زور سے پڑھا کرو کہ مکان گونج اُٹھے اور الّا اللّٰہ کی ضرب قلب پر لگاؤ۔ اس وردِ مکرم کی برکت سے تمہارا قلب جاری ہوجائے گا۔ جوانی اور جوانی کی نیند تہجد کیلئے کہاں اُٹھنے دیتی تھی لیکن میں اُن کے کہنے کے مطابق کسمسا کر اُٹھ ہی بیٹھتا تھا اور اپنے بالاخانہ پر گرمیوں کے دن میں اس زور شور سے یہ ذکر جہر کیا کرتا تھا کہ نہ صرف گھر والوں کی بلکہ

پڑوسیوں کی نیند بھی اُچاٹ ہو جاتی۔ لیکن چونکہ ذکرِ خیر تھا اسلئے کوئی شخص مزاحم نہیں ہوتا تھا۔

ذکرِ جہر کی بجائے ذکرِ خفی کی تلقین

ایک شب حضرت مولوی محمد حسن شاہ صاحب شعری قادری میرے اُستاد تشریف لائے۔ اُنہوں نے رات کو میری یہ حالت دیکھی تو صبح کو بعد نماز ارشاد فرمایا ذکرِ خفی کرنا بہتر ہے، اِس زور شور سے ذکر کرنے سے تمہارے دل و دماغ پر بُرا اثر پڑیگا اور لوگوں کی نیند میں خلل بھی ہوتا ہے یہ ٹھیک نہیں۔ اگر ذکرِ جہر کرنا ہو تو شہر سے باہر کسی میدان میں جاکر کیا کرو تاکہ لوگوں کے آرام میں خلل نہ پڑے مگر تم بیکار ہو جاؤ گے اور تمہارے دل و دماغ کو صدمہ پہنچیگا ذکرِ جہر سے بہتر ذکرِ خفی ہے۔ واذکر ربّک فی نفسک تضرّعاً وخیفةً ودون الجھر من القول بالغدوّ والآصال ○ میں تم کو ذکرِ خفی کا طریقہ بتاتا ہوں جو حضرت شیخ احمد صاحب طارہلی کشمیری سے مجھ کو حاصل ہوا ہے وہ شروع کرو وہ اس سے جلد منزلِ مقصود تک تمہیں پہنچا دیگا۔ مَیں نے جاکر اپنی والدہ ماجدہ سے ذکر کیا کہ مولوی صاحب مجھ کو ذکرِ جہر سے منع کرتے ہیں۔ وہ فرمانے لگیں مولوی غلام علی صاحب قصوری کی خدمت میں جاکر عرض کرو کیونکہ وہ اس وقت سارے شہر میں قرآن و حدیث کے زیادہ ماہر ہیں۔

مولوی غلام علی صاحب قصوری کی خدمت میں

مَیں حضرت مولوی غلام علی صاحب قصوری کی خدمت میں گیا اور تمام ماجرا بیان کیا۔ مولوی صاحب ہنس کر فرمانے لگے۔ دونوں طریق خلافِ سُنّت ہیں۔ نماز پڑھو، روزے رکھو، حدیث پڑھو، قرآن کا صحیح ترجمہ آکر سُنا کرو۔ ولی بننے کا ذکر چھوڑ دو سیدھے سادے مسلمان اور مومن بنو اور دُنیا کا کاروبار کرو۔ لیکن مولوی صاحب کے فرمانے کا میرے دل پر کچھ اثر نہ ہوا۔ مَیں نے حضرت مولوی ابو محمد حسن شعری اپنے استاد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ذکر تو نہ کیا کہ مولوی غلام علی صاحب قصوری نے ایسا ارشاد فرمایا ہے کیونکہ وہ تو وہابی کے سخت دشمن اور مولوی غلام علی صاحب کو بُرا جانتے تھے اور تند و درنج طبیعت کے تھے البتہ عرض کیا کہ مجھے ذکرِ خفی تلقین فرمایا جائے اُنہوں نے فرمایا بعد نماز مغرب میرے پاس آنا مَیں تمکو اس کا طریقہ بتا دوں گا۔ مَیں کچھ مٹھائی لیکر مغرب کی نماز کے وقت حاضر ہوا۔ نماز مغرب اُن کی اقتدا میں پڑھی اور مٹھائی پیش کی۔ فرمانے لگے خدا تیری مراد پوری کرے۔

ذکرِ خفی کا طریق

پھر تنہائی میں مجھے چار زانو سیدھا بٹھا کر ذکرِ خفی کا یہ طریق ارشاد ہوا کہ لا الٰہ الّا اللّٰہ میں لا کو قلب سے کھینچو اور اسقدر بڑھاؤ کہ الّا اللّٰہ کی ضرب دماغ پر لگے اور سانس چھوڑ دو۔ پھر دوسری دفعہ لا الٰہ دماغ میں کہو اور الّا اللّٰہ کی ضرب قلب پر لگاؤ۔

تپِ دق کی علامات

چونکہ اس میں حبسِ نفس کیا جاتا تھا مَیں نے چندروز ایسا کرنا شروع کیا تو میری آنکھیں سُرخ ہونے لگیں اور بدن میں ایک حرارت پیدا ہو گئی جیسے کہ تپ کی حالت ہوتی ہے لیکن مجھ کو تپ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ حکیم حسام الدین صاحب کے پاس ایک دن ملنے کو گیا کیونکہ میری بیوی کو سخت پیچش ہو گئی تھی۔ حکیم صاحب نے

سفوف مقلیا ثا اپنے ڈبّہ میں سے نکال کر اور پُڑیہ میں باندھ کر مقدار بتا کر میرے ہاتھ پر رکھا۔ اتفاقاً حکیم صاحب کا ہاتھ میرے ہاتھ سے لگ گیا۔ فرمانے لگے تجھے تو سخت تپ ہو گیا ہے نبض دکھلا۔ مَیں نے نبض دکھلائی تو فرمایا قریب ہے کہ تجھے دق ہو جائے ابھی سے علاج شروع کرو اور پرہیز کرو۔ یہ حالت تمہاری قلب سے ہے؟ مَیں نے تمام قصہ مولوی حسن صاحب کا بیان کیا۔ حکیم حسام الدین صاحب فرمانے لگے اتنا شوق ہے تو درود شریف ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کرو ذکر خفی اور ذکر جہر سب چھوڑ دو، انسان کی صحت پر ایسے ذکر اچھا اثر نہیں رکھتے۔ دیکھو میاں مظہر جمال یہاں ہوتے تو تم کو ایسے کاموں سے باز رکھتے۔ انہوں نے ایسے کام خود چھوڑ دیئے ہیں (میرے والد ان دنوں مکہ معظمہ گئے ہوتے تھے) حکیم صاحب فرمانے لگے مجھے اندیشہ ہے کہ تیرے قلب میں حرارت پیدا ہو کر تمام جسم میں نہ پھیل جائے اور اُس وقت پھر علاج کرنا مشکل ہو جائے گا تو ماء الشعیر اور ماء الرائب (لسّی کا پانی) پیا کر۔

حکیم صاحب کی ہجو

مَیں نے آکر مولوی حسن صاحب سے ذکر کیا کہیں مولوی صاحب کو ابتداء سے ہی حکیم حسام الدین صاحب کے ساتھ کسی بات پر شکر رنجی ہو چکی تھی آپ نے حکیم صاحب کی ہجو میں فوراً یہ دو شعر کہے ؎

حسام آنکہ از پاکی جوہرش ❊ دوا شد غذا و غذا شد دوا
بعلم طب از نسخہ ہائے قدیم ❊ اشارات فرمود دارد شفا

خبیث! تُو اُن کے پاس کیوں گیا تھا۔ وہ تو شیعہ تفضیلی ہے۔ بظاہر تقیہ کئے ہوئے ہے۔ اسی واسطے کل علی جو منشی صاحب نے کہا تھا کہ میاں مظہر جمال کا بیٹا بھی تفضیلی ہو گیا ہے۔ تُو مردود ہے، پاگل ہے، دیوانہ ہے۔ تُو چلا جا میرے پاس سے اور نادم ہو گئے۔ مَیں نے اُس دن سے ذکر خفی بھی چھوڑ دیا۔ چھوڑنے کے بعد ہی مجھے محسوس ہوُا کہ نفس الامر میں مجھے تپ دق شروع ہے۔ چند روز تک حکیم صاحب کے فرمانے کے مطابق سفوف سرطان اور ماء الرائب پیتا رہا۔ کوئی دو ہفتے کے بعد تپ جاتا رہا لیکن طبیعت نہایت مضمحل ہو گئی۔ مَیں نے حکیم صاحب سے جب اپنا حال پھر جا کر ظاہر کیا تو فرمانے لگے ؎

خیالات نادان خلوت نشیں ❊ بہم بر زند آسمان و زمیں

مولوی صاحب شاعر تو تھے ہی لیکن اب صوفیا میں بھی پاؤں دھرنے لگ گئے ہیں۔

نیچریت کی طرف میلان

انہی دنوں سرسید کا اخبار "تہذیب الاخلاق" (علی گڑھ) دیکھنے میں آیا اور مجھ کو اس کے پڑھنے سے ایک لذت حاصل ہوئی۔ اس میں اکثر مضامین متعلق دینیات نکلا کرتے تھے مَیں شہر کے رئیس اعظم حاجی غلام حسن صاحب کے پاس اس غرض سے آنے جانے لگ گیا کہ تہذیب الاخلاق کے پرچے وہاں سے حاصل ہوُا کرتے تھے اور دیکھنے میں آتے تھے ان کے پڑھنے کے نتیجہ میں طبیعت نیچری فرقہ کی طرف مائل ہو گئی۔

میرے ہم زلف منشی مہدی خاں صاحب وزیر ریاست بہاولپور اُن دنوں امرتسر میں ابھی بعہدہ تحصیلداری تشریف رکھتے تھے اور آپ حضرت اللہ بخش صاحب تونسوی خلیفہ حضرت سلیمان صاحب چشتی کے مرید تھے اور بڑے پیر پرست تھے میری پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا کہ حضرت امیر ستّہ کے پیر صاحب مخدومی کی بیٹی سے میرا نکاح ہو گیا چنانچہ منشی مہدی خاں صاحب سے قرابت راہ و رسم پیدا ہو گئی۔

(باقی آئندہ)

فریقِ لاہور کے خدا ترس اصحاب سے اپیل!

خدارا اپنے اندازِ تحریر اور اپنے اسلوبِ بحث پر نظرِ ثانی فرمائیں!!

جناب ایڈیٹر صاحب پیغامِ صلح لکھتے ہیں:۔

"ہمارے قادیانی دوستوں نے ایک نئی نبوت کا ڈھونگ رچا کر ختمِ نبوت کو مشتبہ اور ملتبس کرنے اور اختلافات کی خلیج کو اور زیادہ وسعت دینے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج جماعت احمدیہ کو اُمتِ مسلمہ سے الگ ایک نئی اُمت قرار دینے کی کوششیں کیجارہی ہیں حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو جہاں تک ختمِ نبوت کا تعلق ہے قادیانیوں اور مسلمانوں کے عقیدہ میں چنداں فرق معلوم نہیں ہوتا۔ اگر قادیانی حضرت مرزا صاحب کو منصبِ نبوت پر کھڑا کر کے ایک اُمتی کو نبی بنا رہے ہیں تو حضرت عیسٰے علیہ السلام کو دوبارہ لانیوالے یہ کہہ کر کہ وہ اُمتی ہو کر آئینگے ایک نبی کو اُمتی بنا رہے ہیں۔ جرم ایک ہی ہے دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں جو ختمِ نبوت کو ملتبس کرنیکا موجب ہے۔" (۳ دسمبر سنہ ۵۲ء)

جناب ایڈیٹر صاحب جماعت احمدیہ اور دوسرے فرقوں کے مسلمانوں کو ایک ہی "جُرم" کے مرتکب اور "ایک ہی کشتی کے سوار" قرار دینے کے ساتھ ساتھ مشفقانہ انداز میں فرماتے ہیں:۔

"جس وقت سے تحفظِ ختمِ نبوت کا شور و غوغا شروع ہوا ہے اور نام نہاد محافظینِ ختمِ نبوت نے قادیانی جماعت کے عقائد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے سلسلہ احمدیہ پر تیر برسانے شروع کئے ہیں ہمارا خیال تھا کہ قادیانی جماعت اپنے عقیدہ ختمِ نبوت اور اجرائے نبوت میں ضروری اصلاح کریگی جس کے کچھ آثار بھی انکی بعض تحریروں سے نظر آنے لگے تھے اسی لئے مخالفینِ سلسلہ کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ہم نے قادیانی جماعت کے متعلق خاموشی اختیار کر لی

ہم دیکھ رہے ہیں کہ جوں جوں مخالفت کا جوش کم ہوتا جا رہا ہے وہ

اپنے عقیدہ اجرائے نبوت پر زور دیتے چلے جا رہے ہیں۔"

اس فقرہ کا مطلب تو یہ ہوا کہ فریقِ لاہور کا "خیال" تھا کہ جماعت ا

دشمنانِ سلسلہ کے شور و غوغا سے ڈر کر اپنے عقائد بدل لیگی اسلئے ا

ازراہِ احسان "قادیانی جماعت" کے بارہ میں خاموشی اختیار کر لی

افسوس کہ ہر طرح کے نامساعد حالات کے باوجود چونکہ "قادیانیوں" نے بقو

پیغامِ صلح اپنے عقائد میں "ضروری اصلاح" نہیں کی اسلئے اب فریقِ لاہو

پیمانۂ خاموشی چھلک گیا ہے اور اب وہ خاموش نہیں رہ سکیں

(اللہ تعالیٰ اِن بھائیوں کو صبر کی توفیق بخشے۔)

ہمارے لئے ابھی تک یہ معمہ ہے کہ جب ہم اور دوسرے فرقوں کے مسل

فریقِ لاہور کے نزدیک ایک ہی جُرم کے مجرم اور ایک ہی کشتی کے سوا

ہمارے خلاف انکے شور و غوغا کا منشاء کیا ہو سکتا ہے اور وہ ہم سے عقائد

"ضروری اصلاح" کے طالب ہو سکتے ہیں؟ یا تو یہ غلط ہے کہ "محافظینِ ختم ن

کا یہ شور و غوغا" قادیانی عقائد" کے پیشِ نظر ہے اور یا پھر یہ خلافِ واقع

کہ بلحاظ عقیدہ قادیانی اور دوسرے مسلمان" ایک ہی کشتی کے سوار ہیں"

جناب ایڈیٹر صاحب آپکی کونسی بات غلط ہے؟ غالباً اِس "تضاد" کو حل

آپکے لئے مشکل ہوگا نیز آپ کے لئے "قادیانیوں" کے متعلق اپنی سابقہ مزعو

"خاموشی" اور تازہ "خاموشی شکنی" کی اصل وجہ ذکر کرنا بھی مشکل ہوگا۔ ہم

مشکل کا حل عرض کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ "قادیانی" بیچارے تو بیچا

اسی "شور و غوغا" کے درمیان پل رہے ہیں۔ ہاں یوں کہا جا سکتا ہے

خاص حالات کے ماتحت موجودہ آندھی فرراً زیادہ تیز تھی اور اللہ جانتا ہے کہ آئندہ کیا ہونیوالا ہے۔ احباب فریق لاہور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے میں ہمارے ساتھ ہیں اسلئے احمدیت کے خلاف اٹھنے والے بگولے سے کچھ حصّہ انہیں بھی ملتا ہے ایسے موقع پر ان کا "خاموش" ہوجانا بے سبب نہیں ہوتا، تاہم ہم اس احسان کے بھی ممنون ہیں۔ مگر اب تو ایک نئی افتاد پڑ گئی ہے اور وہ یہ کہ مودودی پارٹی کے اخبار تسنیم نے ۴ر نومبر کو اشارۃً کہہ دیا ہے کہ "لاہوری حضرات قادیانیوں کی حمایت کر کے خواہ مخواہ اپنی پوزیشن بھی خراب کر رہے ہیں۔" مگر سوال یہ ہے کہ کیا "اپنی پوزیشن" بچانے کیلئے یہی اندازِ تحریر اور اسلوبِ بحث اختیار کرنا ضروری تھا جو جناب ایڈیٹر صاحب نے اختیار فرمایا تھا؟

ہم واشگاف طور پر کہنا چاہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کا مسلک دربارہ ختم نبوت ایک ہی ہے اور ایک ہی رہیگا اور وہ یہ ہے کہ سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کی نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور آپ پر مستقل اور تشریعی انبیاء کا دور منقطع ہو گیا اسلئے ان نبیوں میں سے کسی کا آنا محال اور ناممکن ہے۔ اب صرف نبوتِ محمدیہ کی فیض رسانی باقی ہے جسکی تشریح حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے الفاظ میں یوں ہے کہ :۔

"نبوتِ محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اسمیں فیض ہے۔ اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے اور اسکی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اسکے مکالمہ اور مخاطبہ کا اس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اسمیں ہتک ہے۔ ہاں اُمتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آتے ہیں کیونکہ اسمیں نبوت تامہ کاملہ کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔"

پس جماعت احمدیہ حضرت خاتم النبیین کی پیروی سے صرف اُمتی نبی کی قائل ہے مستقل اور تشریعی نبی کی قائل نہیں۔ اور ابتدا سے اس کا یہی مسلک ہے۔

اس حالت میں فریق لاہور کا جماعت احمدیہ کو مستقل نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ لانیوالوں کے "جرم" کا مجرم گردانا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کو شکایت ہے کہ :۔

"قرآن کریم کی وہ آیات اجرائے نبوت کے ثبوت میں پیش کی گئیں جن کا حضرت مسیح موعود کو کبھی وہم بھی نہ ہوا تھا۔"

نہایت ادب سے عرض ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل عبارات پر غور فرمائیں :۔

(۱) "سورہ فاتحہ میں تمہیں دعا سکھلائی گئی ہے یعنی یہ دعا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ پس جبکہ خدا تمہیں یہ تاکید کرتا ہے کہ پنجوقت یہ دعا کرو کہ وہ نعمتیں جو نبیوں اور رسولوں کے پاس ہیں وہ تمہیں بھی ملیں۔ پس تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ کے وہ نعمتیں کیونکر پا سکتے ہو۔ لہذا ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ پر پہنچانے کیلئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقتٍ آتے رہیں۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۲)

(۲) "جو شخص غور اور ایمانداری سے قرآن شریف کو پڑھیگا اس پر ظاہر ہوگا کہ آخری زمانہ کے سخت عذابوں کے وقت جبکہ اکثر حصے زمین کے زیر و زبر کئے جائینگے اور سخت طاعون پڑیگی اور ہر ایک پہلو سے موت کا بازار گرم ہوگا اس وقت ایک رسول کا آنا ضروری ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولاً۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۶)

(۳) "واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم یعنی آنحضرت کے اصحاب میں سے ایک اَور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اسکی صحبت سے مشرف ہوں اور اس سے تعلیم و تربیت پاویں۔ پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنیوالی قوم میں ایک نبی ہوگا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷)

احباب جماعت احمدیہ کا ضروری فرض

سلسلہ کے اخبارات و رسائل سے جماعت کی علمی و اخلاقی تربیت ہوتی ہے۔ قرآن مجید اور اسلام کے فضائل کا بیان ہوتا ہے دشمنان اسلام و دشمنان سلسلہ کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جاتا ہے اور دُنیا کو انکے ذریعہ اسلام کی دعوت دیجاتی ہے۔ ان رسالہ جات کا خریدار جہاں خود علمی ترقی کرتا ہے وہاں غیر محسوس طور پر اشاعت دین میں بھی حصہ لیتا ہے اسلئے تمام رسالہ جات کی اشاعت میں احباب کو اس دوہرے فائدہ کے لئے ضرور حصہ لینا چاہیئے۔ ہم اسوقت مندرجہ ذیل رسالہ جات کیلئے خاص طور پر اپیل کرتے ہیں:۔

(۱) **ریویو آف ریلیجنز** (انگریزی)۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جاری کردہ رسالہ ہے اسکے ذریعہ پاکستان و ہندوستان اور بیرونی ممالک میں انگریزی دان احباب کو اسلام کی تبلیغ کیجاتی ہے محترم صوفی مطیع الرحمن صاحب ایم۔ اے اسکے ایڈیٹر ہیں یہ رسالہ بہت دلچسپ و ٹھوس معلومات پر مشتمل ہوتا ہے سالانہ قیمت دس روپے ہے۔ جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام مینجر رسالہ ریویو آف ریلیجنز ربوہ پاکستان ہونی چاہیئے۔

(۲) **اخبار بدر قادیان**۔ ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے بعد دارالامان قادیان مشرقی پنجاب سے اسلام کی طرف دعوت دینے کیلئے ہفت روزہ اخبار بدر جاری ہوا ہے۔ نہایت باقاعدگی سے زیر ادارت مکرم مولوی برکات احمد صاحب بی۔ اے شائع ہوتا ہے۔ احباب جماعت کا فرض ہے کہ خود بھی اخبار بدر کے خریدار بنیں اور دوسروں میں بھی اسکی تحریک جاری رکھیں۔ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ چاہتے ہیں کہ یہ اخبار روزانہ ہو جائے فی الحال ہفت روزہ ہے سالانہ چندہ چھ روپے ہے۔ پتہ:۔ مینجر اخبار بدر قادیان۔ مشرقی پنجاب (انڈیا)

(۳) **ماہنامہ درویش**۔ یہ ماہوار رسالہ بھی قادیان سے جاری ہوا ہے اور مکرم مولوی محمد صادق صاحب کی زیر ادارت نہایت مفید کام کر رہا ہے۔ اسکے جملہ اخراجات ان جان نثار خدام سلسلہ کی جیب سے ہوتے ہیں جو اسلام کے نام کی خاطر مشرقی پنجاب میں جاگزیں ہیں۔ رسالہ کا نام بھی انہیں کے نام پر ہے۔ احباب زیادہ سے زیادہ اسکی خریداری منظور فرمائیں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے۔ خط و کتابت کا پتہ:۔ مینجر ماہنامہ "درویش" قادیان۔

(۴) **المصلح**۔ یہ ہفت روزہ اخبار خدام الاحمدیہ کراچی کی مساعی کا بہترین نمونہ ہے۔ پاکستان کے دارالسلطنت کراچی سے زیر ادارت مولوی عبدالقادر صاحب بی۔ اے جاری ہے۔ بہترین مضامین پر مشتمل ہوتا ہے سالانہ چندہ پانچ روپے۔ پتہ مینجر المصلح میگزین لین کراچی۔

(۵) **مصباح**۔ احمدی خواتین کا واحد ماہنامہ ہے جو مرکز احمدیت ربوہ ضلع جھنگ سے زیر ادارت محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ شائع ہوتا ہے۔ اپنے طبقہ کی نمایاں خدمت کر رہا ہے اور ہمیشہ بہترین مقالات پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ رسالہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی زیر نگرانی جاری ہے۔ سالانہ چندہ چھ روپے۔ پتہ:۔ مینجر مصباح ربوہ ضلع جھنگ

(۶) **ماہنامہ خالد**۔ احمدی نوجوانوں کا ماہوار رسالہ ہے جو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر نگرانی مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف فاضل کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ نوجوان قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں۔ یہ رسالہ انکی علمی و اخلاقی تربیت کے لئے جاری ہے۔

سالانہ چندہ:۔ ساڑھے چار روپے۔ پتہ:۔ مینجر ماہنامہ خالد ربوہ ضلع جھنگ

(۷) **الفرقان**۔ بالآخر آپ اپنے رسالہ الفرقان کو بھی یاد رکھیئے۔ سالانہ چندہ پانچ روپے ہے۔ پتہ:۔ مینجر الفرقان احمد نگر ضلع جھنگ +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۷۰۸

رسالہ الفرقان کا آئندہ سال یعنی ۱۹۵۳ء کا پروگرام

بفضلہ تعالیٰ رسالہ الفرقان کا سال ۱۹۵۳ء کا پروگرام حسب ذیل ہوگا:-

۱- رسالہ ہر ماہ کی دس تاریخ کو شائع ہوا کریگا اور کم و بیش ۴۸ صفحات پر مشتمل ہوا کریگا۔

۲- سال بھر کے مضامین کا خاکہ یہ ہے:-

(الف) باب التفسیر میں قرآن مجید کے بارہ رکوع با ترجمہ اور تفسیری نوٹوں کے ساتھ شائع ہوں گے۔

(ب) عربی زبان کے چوبیس سبق دیئے جائیں گے۔

(ج) قرآنی علوم اور اسلامی فضائل کے متعلق کم از کم چھ تحقیقی مضامین شائع ہوں گے۔

(د) دشمنان اسلام اور مستشرقین کے بارہ اہم اعتراضات پر تبصرہ کیا جائے گا۔

(ھ) ہر نمبر میں مخالفین سلسلہ رسالہ جات طلوع اسلام، انوار العلوم، ترجمان القرآن اور بشارت وغیرہ کے اعتراضات کا باقاعدہ جواب دیا جایا کریگا۔

(و) قارئین کرام کو پیش آنیوالے عام سوالات کے جوابات کیلئے ایک "باب الاستفسارات" کھولا جارہا ہے۔

(ز) بہائیت کی تردید میں ہر نمبر میں ضروری نوٹ ہوں گے۔

برادران کرام! اگر آپ ابھی تک رسالہ الفرقان کے خریدار نہیں تو پانچ روپے (پاکستانی) چندہ ادا فرما کر آئندہ سال کیلئے خریدار بن جائیے۔ اس سے آپ سال بھر علمی و تبلیغی ترقی کرتے رہیں گے۔ اپنے دوسرے احباب کو بھی اس رسالہ کی خریداری کے لئے آمادہ فرمائیں۔

نوٹ:- جملہ خط و کتابت وغیرہ مینیجر الفرقان احمد نگر ضلع جھنگ کے نام ہونی چاہیئے!